سلسلہ دائرہ ادبیہ (۲)

انسانی قربانیان

یعنی چند اصلاحی معاشرتی مضامین کا دلگداز مجموعہ

بار اول

۱۹۱۹ء

مؤلفۂ ندرہ نقولا اولوف

مترجمۂ محمد حسین، محوی، صدیقی

جس کے شروع مین عہد حاضر کی بہترین انشاپرداز خاتون لبیبہ ہاشم مدیرۂ رسالہ "فتاۃ الشرق" مصر کا لکھا ہوا مقدمہ ہے

"ایک پاک باز عورت ہے
جس نے کبھی کوئی جرم نہیں کیا
اور نہ کوئی بدکاری کی مگر قانون نے
اس کو بدکار خیال کر کے نہایت
بے دردی سے پامال کر ڈالا۔ اور
ایک بدچلن مرد ہی جس نے خطرناک
جرم کئے تب بھی بشریت نے اُسکو اعزاز دیا"

(یاسمین)

"اُس زمین پر جس قدر بھی
غیر عاقل جانور ہین سب آزادی
کے ساتھ رہتے ہین مگر انسان،
کہ اس نے آسمانی بخشش کو اپنے
اوپر حرام کرلیا ہے اور اپنی زندگی
خاتون کے لیے بہت سے دنیاوی
زمینی قانون وضع کر لیے ہین"

(دردِ ناسک)

کیسری داس سیٹھ کے اہتمام سے نولکشور پریس لکھنؤ مین چھپی اور

دائرۂ ادبیہ، لکھنؤ نے شائع کی

قیمت ۸/

حقوق محفوظ

مین ذرا نہین ڈرتا، اگر لوگ مجھے خطاوار ٹھیرائین جب کہ مین اپنے
کو راہ راست پر جانتا ہون۔ اور مجھے کچھ مسرت نہین ہوتی اگر
لوگ مجھے کو راہ راست پر سمجھین جب کہ مین اپنا غلطی پر ہونا سمجھ لیتا ہون۔

"ڈاکٹر شمیل"

تہدیۂ کتاب

مصر کے مشہور رسالۂ (فتاۃ الشرق) کی مدیرۂ و مالکہ اور زمانۂ موجودہ کی
بہترین انشا پرداز خاتون

لبیبۂ ہاشم

کی خدمت مین

سیّدہ عزیزہ

مین آپ مین ایسا دماغ پاتا ہون جو سوسائٹی (ہیئت اجتماعیہ) کے
زخمون کی کوشش اندمال مین غیرت کے مارے پاش پاش ہوا جاتا ہے،
اور ایسا دل جو بدنصیب فرزندان انسانیت کی ہمدردی مین گھلا جاتا ہے
اور آپ ہی کی طرف سے اپنی کتاب کے لیے مین نے یہ کوشش و اہتمام
دیکھا تو جی چاہتا ہے کہ ہزار ہا اخلاص کے ساتھ آپ ہی کی خدمت مین اسے
پیش کرون۔ پس آپ اسے قبول کر کے مجھے سرفراز فرمائیے اے معزز خاتون!

آپ کا مخلص

ندرہ

۲

فیلکس فارس

مشہور اخبار "لسان الاتحاد" کے معزز ایڈیٹر
کی راے

اخی ندرہ

.........——●——.........

مین نے تمھاری کتاب ضحایا (قربانیان) پڑھی

مین تمھارے قلم مین ایک فصیح زبان دیکھتا ہون جو دردمند انسانیت کے نالہ و فریاد کی ترجمانی کرتی ہے۔ اور اسی قلم مین ایک ایسی قوت پنہان پاتا ہون جو عنقریب زخمہاے کہن کے لیے مرہم کا کام دیگی۔

تمھین آج وہ شاعر ہو جس نے اپنے گرد و پیش کی تصویر کھینچی مگر زمانہ گذرنے کے ساتھ ساتھ جسوقت یہ تصویرین تمھاری ذات مین منطبع ہو جائینگی جسوقت تمھاری ہستی مین ایک دوسری مستقل دنیا جلوہ گر ہوگی اُس وقت تمھارے آنسو ایک حکمت اور تمھارا ہر نالہ ایک فلسفہ ہوگا۔

مجھے کس قدر مسرت ہوتی ہے جب مین دیکھتا ہون کہ تم دنیاے ادب کے دروازے پر کھڑے ہوئے آنسو بہا رہے ہو۔ دنیا کے مصلح سوسائٹی کے اسٹیج پر اسی شان سے آتے ہین وہ مصلح جو شاعر پیدا ہوا ہے ہمیشہ اپنی فطرت پر رہتا ہے وہی سیاست اور علم کا بھی شاعر ہوتا ہے اور وہ اس دور زندگی مین جس راستے پر بھی چلنا چاہتا ہے حقیقہ آسمانی شعلہ کا یہ بہترین نشان اسکا راہنما ہوتا ہے:

بیروت ۲۵ - مارچ سنہ

تمھاری محبت انسانی کا

فیلکس فارس

مقدمہ

شکر ہے اُس عنایت قدرت کا جس نے اس دور جدید مین تمنی بیداری کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا اور چند ایسے خدا کے بندے پیدا کر دیے جو ذاتی اغراض سے پاک ہین

انھون نے اپنے نفوس کو قید کی زنجیرون سے آزاد کر لیا۔ اور رسم و رواج کے قانون پر ایک ایسی گہری نگاہ ڈالی جو آدلو دلیون سے پاک اور عقاید فاسدہ سے دور تھی۔ انھون نے اُس کمزوری و بے راہ روی کو محسوس کیا جو ان قوانین کے نظام مین پیدا ہو گئی ہے اور جس کی بدولت ایک ناتوان ہستی پر ظلم و حق تلفی واقع ہوتی ہے (ذاتی حریت اور علمی حقایق سے محرومی کا تو کچھ ذکر ہی نہین) تب وہ رنج و افسوس کے ساتھ روئے اور ہم نے دیکھا کہ اُن کے آنسو حباب بن بن کر گرتے ہین اور پیاسی عقلون کی خاک پر ٹپک کر اُن کی سوزش تشنگی کو بجھا دیتے ہین اور جہالت و اوہام کی بنیادون مین سرایت کر کے اُنکے آثار کو مٹا دیتے ہین۔ اُن کو حقایق کی نشو و نما کے قابل بنا کر نا روا رسوم و رواج کو بالکل پارہ پارہ کر دینے پر قادر بنا دیتے ہین۔

اس کتاب کے فاضل مصنف اُن حضرات کے پیش رو ہین جنھون نے تہذیب و اخلاق کے سرچشمون سے آب شیریں کھینچا ہے چنانچہ مرحوم نے

ایک رسالہ معاشرتی مضامین پر شائع کیا اور اُس کو اپنے علم و ادب کی قوت اور صائب و استوار رایون سے آراستہ کیا۔ پھر اُن مضامین کو اس مجموعے مین جمع کر کے ہمین ممنون منت بنایا اور اُس کا مقدمہ لکھنے کے لیے مجھ سے فرمایش کی

مین نے کتاب کو جستہ جستہ دیکھا، اس کتاب کی معنوی خوبیان، اور اس آسمان حقیقت کی (جو دانائی کے ستارون سے مرصع ہے) جلوہ آرائیان دیکھکر مجھپر مصنف کی عظمت اور ایک حیرت کا کیا بتاؤن کہ کیا عالم تھا۔ مین حیران تھی کہ اس روح طاہرہ نے میرے دل مین اپنے مضامین سے جو خیالات بھر دیے ہین، انھین بیان کرون، یا اُس صدائے حقیقت کو نقل کرون، جو اس کتاب کی عبارتون مین گونجتی ہوئی سنتی ہون؟ دونون کا ایک دریا ہے بے پایان، کہ میرا بیان اُس کے احاطے سے قاصر اور اُس کی گہرائیون کی تھاہ لانا میرے امکان سے باہر ہے۔ مگر اس خیال نے کہ فاضل مؤلف نے اپنی ہمت عورتون کو تقویت دلانے، ہمت بڑھانے مین صرف کی ہے اور جور و ستم کے ہاتھون سے اُن کو چھوڑانے کی کوشش فرمائی ہے، باوجود اپنے عجز و تقصیر کے، مجھکو موصوف کے بعقیل ارشاد پر جرات دلائی۔ شاید اس صورت سے مین کچھ اُن زرین احسانات کا شکریہ ادا کر سکون، جو میری ہم جنس لڑکیون پر فاضل مصنف نے کیے ہین۔

جناب مؤلف، تمدن و اجتماع کی تہ تک پہونچے، اور تمدنی امراض کے تمام

مقامات کو غور سے دیکھکر ہماری اجتماعی زندگی مین جو جو خرابیان اور بیماریان پھیل گئی ہین، اُن پر درد و حزن کے ساتھ وہ خود بھی روئے، اور بہت سی آنکھون کو رُلایا۔ بیشک ہماری یہ اجتماعی خرابیان ایک بیماری ہے جان لیوا، اور ایک بلا ہے بے درمان، ضرورت ہے کہ ہم مرد کو ایسی صحیح تربیت دین جو اُسے اُسکے فطری استبداد سے دور رکھے، اور ہم مرد کو بتا دین کہ اُس کے مقابلے مین عورت کا حقیقی مرتبہ کیا ہے؟ تاکہ عورت کی کم مائگی و بے قدری کا جو اعتقاد اُسکے دل مین جم گیا ہے وہ زائل ہو سکے، اور اُسپر ظاہر ہو جائے کہ عورت کے حقوق کا احترام اور اُسکے ذاتی مراتب کی نگہداشت کس حد تک مرد پر واجب ہے؟

نگہداشت کے یہ معنی نہین ہین کہ مرد عورت کو اپنے گھر کی چار دیواری اور سخت پردون کی قید مین رکھے، اس خیال سے کہ اُن تک نظرین نہ پہونچین، اور خود غیر عورتون کو پھانسنے کے لیے مکر و فریب کا جال بچھاتا پھرے۔ اسکو پاس ناموس اور سچی نگہداشت سے ذرا بھی لگاؤ نہین، بلکہ یہ محض اپنی عظمت و خودی کا اظہار، ادنی تربیت، اور ناقص تعلیم کا نتیجہ ہے، جو اکثر قابل ترین فطری طبائع کو بھی غارت کر کے اُن مین مصنوعی اخلاق اور بُری عادتین پیدا کر دیتا ہے۔ اگر ہم فطرت، اور مخلوقات فطرت کے حالات، ادنے درجے کے نباتات سے لیکر اعلے درجے کے حیوانات تک دیکھین تو اُنھین ایسے نظام پر پائین گے جس کی بنیاد اُن ضروری اصول پر قائم ہے جسے انسان بہت کم جانتا ہے

چنانچہ حیوانات باہم نہایت لطف سے پیش آتے ہین اور اپنی مادہ کے ساتھ کیسا کچھ مہربانی کا برتاؤ کرتے ہین۔ نیز اپنی صنف کی حفاظت کے لیے پورے مساعی عمل مین لاتے ہین۔ یہی وہ باتین ہین جنھون نے ایک عقلمند کی نظر مین تمام سواد اعظم کی اُن مہذب قومون سے زیادہ اُن حیوانات کو بلند مرتبہ ثابت کر دکھایا ہے جنھون نے خود اپنی جانون کے لیے بہت سے دکھ درد پیدا کر لیے ہین۔ مثلاً فرانس جہان بانجھ ہونے کا مرض اور بہت سی پست اخلاقیان اور بیماریان نمایان ہین۔

پس کیا اچھا ہوگا وہ دن جس دن مرد ترقی کی آخری حد تک پہنچ جائیگا اور ساتھ ہی یہ بھی جان لیگا کہ عورت کے ساتھ جو ناگوار برتاؤ کیا جاتا ہے اُس سے عورت کی غرض پیدایش کہین بلند ہے، تب وہ عورت کی قدر و مرتبہ کو پہچانیگا، اُسکے حقوق کا احترام ملحوظ رکھیگا، اور عورت کو اس قابل بنا سکیگا کہ اپنی حقوق شناسی، و خود داری، اور بقائے اعزاز کے لیے جس اہتمام کی ضرورت ہے اُسے سمجھنے لگے۔ اُس وقت عورت اپنے ظاہری حسن و جمال کے اہتمام اور آرایش و نمایش کے شوق کو چھوڑ کر معنوی اخلاق اور باطنی صفات کی درستی کی طرف متوجہ ہوگی جس کی اہمیت ظاہری نمایش سے کہین زیادہ ہے۔

اس صورت مین اُس کے آداب اخلاق کا باغ ایسے پھول کھلائے بغیر نہ رہیگا جن سے انسانی نفوس وجد مین آجاتے ہین اور زمانہ مہک اُٹھتا ہے۔

اس سے انکار نہین ہو سکتا کہ محض عورت ہی کی ترقی سے تمام قوم ترقی کر سکتی اور اُن تمام معاشرتی امراض سے شفا پا سکتی ہے جنکی نبض حضرت مؤلف نے اپنی حکیمانہ انگلیون سے پہچانی، اور مرض کو تشخیص کیا اور قوم کے لیے جن باہمی امداد انجمنوں کے قیام اور حسن آزادانہ شریفانہ تعلیم کو نئی پود کے سینوں مین راسخ کرنیکی ضرورت ہے اُسے صاف صاف بیان کر دیا کہ ہر شخص اپنے فرائض کو پہچان لے۔ اُنھون نے حکام وقت، ماں باپ اور ارباب دولت سب کے لیے کوئی نصیحت اُٹھا نہین رکھی۔ غریبوں کی فریاد رسی کے لیے ہمدردی کا ہاتھ پھیلانے کی ہدایت اور عورتوں کو پستی سے نکالنے کی، در در مارے پھرنیوالے اور سڑکون پر پڑے ہوے لاوارث بچوں کی آیندہ حالت سنبھالنے کی، نیز انکے علاوہ اسی قسم کی اور دوسری ہدایتین کی ہین۔ مثلاً اپنی بُری عادتوں کی جانچ کرنا، اپنی ہمسایہ قوموں کی معاشرت مین جو خرابیان ہین اُن سے ہوشیار رہنا، اُسکے ساتھ ہی اپنی فکرون کو عمدہ باتون کی تہون تک پونچنے، اخلاق و آداب پھیلانے، اہل علم و ارباب قلم کو کس مپرسی کی دنیا سے نکالنے کی طرف متوجہ کرنا یہ سب باتین کچھ ایسی دلگداز عبارت مین ادا کی ہین جسکے الفاظ کی شیرینی، اسلوب بیان کی نزاکت، درد و اثر کی خوبی کا فیصلہ مین کتاب کے معزز پڑھنے والون کی راے پر چھوڑتی ہون۔ اور اس نفیس تحفہ کے لیے فاضل مؤلف کا شکریہ ادا کرنے پر کفایت کرتی ہون۔ یہ چند مضامین کا نفیس تحفہ حقیقت مین چند پاک آنسو ہین جو مؤلف کے دلی جذبات نے انسانی قربانیوں پر بہائے ہین!

لبیبہ ہاشم

۸

دردمند انسانیت کی فریاد

یاسمین

ایک دن مین شہر سے نکل کر کھلے میدانون کی سیر کر رہا تھا کہ اُن مناظر سے لطف اُٹھاؤن جن سے میرا غم نصیب دل خوش ہوتا ہے اور موسم خزان کی اُن پتیون کو دیکھون جو قبرون پر بکھری پڑی ہین اور چند آنسو اُن بدقسمتون پر بہاؤن جن کو تمدن کی کند چھری نے بیدردی سے حلال کیا ہے - مین ایک وادی کے کنارے پونہچکر ٹھیر گیا تا کہ بھینی بھینی نسیم کے جھونکون کا لطف اُٹھاؤن اور شاخ پر بیٹھی ہوئی بلبل شیفتہ کے نغمے سنون - مین نے ایک طرف نظر اُٹھا کر دیکھا کہ شاید کوئی ایسی کلی ہاتھ آئے جسے قدرت نے [illegible] کے باعث اپنے لیے محفوظ رکھا ہو تو اُس سے مین اپنے سینے کو زینت [illegible] مجھے ایک شبیہ اپنی [illegible] بڑھتی ہوئی نظر آئی اور رونے کی آواز بھی [illegible] ون نے سنی - مین نے خیال کیا شاید کوئی سرکش روح ہے جو شاہ موت کے آگے سر تسلیم جھکانے سے [illegible] کسی قبر سے نکل آئی ہے اور مجھ سے زندگی کے کچھ سربستہ راز بیان کرنے کیلیے آرہی ہے وہ شبیہ اور آگے بڑھ آئی اور آواز بھی قریب ہو گئی -

ایک برہنہ جسم ہے جس کو دو آدمی اُٹھائے ہوے ہین - اور ان دونون کے

نیچے ایک عورت ہے جو زار زار روتی اور فریاد کرتی ہے۔ ایک نوجوان لڑکی جو عالم بہار مین تھی اُس کے چہرے سے موت کے ظالم ہاتھون نے رعنائی جمال کو مٹا دیا ہے۔ آج وہ خاک مین دفن ہونے والی ہے اور اُسکی ماں جھکی ہوئی اپنے آنسوون سے قبر کو بھگو رہی ہے اور اپنی پیاری بیٹی کا نوحہ کرتی ہوئی — یون کہہ رہی ہے :

رحم کر پروردگار! کیا تجھے میرے دل پر رحم نہین آتا، وہ دل جس کو زمانے کی گردشون نے پیس ڈالا ہے۔ کیا تو میرے مصائب مین اور اضافہ کرتا ہے جن کے اُٹھانے کی اب مجھ مین طاقت نہین؟ کیا میرے لیے میرے عزیز شوہر اور پیارے بیٹے کی موت کافی نہ تھی جو تو نے ایک اور عزیز ہستی کو میرے ہاتھون سے چھین لینے کا حکم دیدیا جسے مین اس زندگی مین بہت عزیز رکھتی تھی؟

آہ! اے یاسمین! اے میری پیاری بیٹی، جدائی کی گھڑیون نے کس طرح ہم مین تفرقہ ڈال دیا۔ اور تجھ کو مجھ سے چھڑا لیا ہے تو اے میری پاکیزہ کلی وہ تھی جس کی تیز خوشبو نسیم صبح کے جھونکون کے ساتھ ملکر پھیلنے بھی نہ پائی تھی کہ ایک گنہگار ہاتھ نے اُس کی طرف بڑھکر اُس کی تازگی کو مٹا دیا۔

آہ! اے میری بیٹی، موت کس قدر سخت اور زندگی کتنی تلخ چیز ہے! مجھے امید تھی کہ تیری بدولت تسکین پاتی رہونگی اور تیرے باپ بھائی کی جدائی مین تجھ سے اپنے دل کو تسلی دیتی رہونگی، مگر اس ظالم بھیڑیے نے

تجھے میرے سینے سے چھین لیا۔ اور مجھے بے کس و تنہا چھوڑ دیا۔ میرے تجھی آنسوون کے سوا اب نہ کوئی معین ہے نہ مددگار !

مین امید کرتی تھی کہ تجھے دولھن بنی ہوئی دیکھونگی، اور تجھے دیکھکر اپنی آنکھین ٹھنڈی کرونگی کہ یہ خونخوار چیتا آیا — یہ بوڑھا امیر — اور تجھکو مجھسے چھین کر اس نے موت کے آغوش مین دیدیا !

اے میرے رب ! اگر تو رحم کرنے والا ہے تو اس شہیدہ کے ظالم سے اسکا بدلا لے !

اے میرے مولا ! اگر تو قدرت والا ہے تو ہمین اپنی قدرت کا تماشا دکھا !

اے میرے آقا ! اگر تو انصاف والا ہے تو اپنا انصاف دکھا اور اس مظلومہ کا بدلا لے !

یہ کہا اور بیہوش ہوکر گر پڑی۔ دونون مردون نے نوجوان لڑکی کے مزار پر مٹی ڈالکر اُسے برابر کیا اور ایک لکڑی کی صلیب اُس پر نصب کی، پھر اُس بیہوش عورت کو اُٹھا کر جدھر سے آئے تھے اودھر ہی چلے گئے۔

*

* *

اب مین قبر کے سامنے آکر کھڑا ہوا، قبر کی اوداسی میری آنکھون مین چھا گئی اور موت کا خیال نظرون کے سامنے پھرنے لگا، فنا کی دردناک آواز میرے کانون مین گونجنے لگی۔

مین کھڑے کھڑے کچھ سوچ رہا تھا کہ بے اختیار آنکھون سے آنسو جاری ہو گئے لیکن نہین جانتا کہ کیون ؟ شاید یہ وہی آنسو تھے جنھین مین قبرون پر چڑھانیکے لیے لایا تھا !

× × ×

جو دوشیزہ رعنا، کل آغوشِ حیات میں کھیل رہی تھی، وہ آج موت کے پنجے میں ہے، فنا سے سرگوشیاں کر رہی ہے۔

یہ دوشیزہ ایک غریب بیوہ کی دلی آرزوؤں کا ایک بے بہا سرمایہ تھی، یہ اُس کی زندگی کی دشواریوں میں ایک سہارا تھی، لیکن موت کی آندھی کا ایک جھونکا آیا اور اُس کی روشنی کو بجھا گیا ...

کل یہی لڑکی اس طرح چلتی پھرتی تھی جس طرح ہم چلتے پھرتے ہیں، مگر آج کہاں ہے ... وہ آج کہاں چلی گئی؟ ... ان قبروں کے اوپر عالمِ بقا ہے یا فنا؟ اُس شہیدہ کی مظلوم روح کہاں چلی گئی، عالمِ بقا یا عالمِ فنا کی طرف؟

یہ خیالات میرے دماغ میں اور آنسو میری آنکھوں میں ڈبڈبا رہے تھے کہ اتنے میں اپنے قریب ہی میں نے پانوں کی آہٹ سنی، نظر اُٹھا کر دیکھتا ہوں کہ ایک نوجوان جو اپنے عالمِ بہار میں ہے رومال سے اپنا منھ چھپائے ہوئے چلا آرہا ہے، وہ کہیں ٹھٹکا تک نہیں، سیدھا اس لڑکی کی قبر کی طرف بڑھا چلا آیا، پھر اس قبر پر جھکا، اور اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھا کر دعا مانگنے لگا۔

ایک گھنٹہ گذر گیا۔ اور وہ نوجوان اسی حالت پر اپنے ہاتھ اوپر کو اُٹھائے رہا، آنسو اُس کی آنکھوں میں ڈبڈبا رہے تھے، جب اُس نے چلنے کا ارادہ کیا تو میں اُس کی طرف بڑھا، مگر وہ مجھے دیکھ کر جھجکا اور خوف سے کانپنے لگا،

اُس نے خیال کیا کہ مین امیر کا کوئی آدمی ہون، اور گھڑک کر مجھ سے کہنے لگا کہ:
جو تمھارا جی چاہے کرو، میرا قصہ امیر تک پونہچا دو، مجھے مار ڈالو، مرجانا میرے لیے اس سے بہتر ہے کہ مجھ پر بار محبت رہ جاے اور مرحومہ کے مزار پر چند آنسو بھی نہ بہا سکون، جو میری ہی محبت کی شہید ہے۔

مین نے اُسے تسلی دی اور کہا کہ:

برادر من آپ ڈریے نہین، جو آنسو آپ کی آنکھون سے اس وقت گر رہے ہین یہی آنسو میری آنکھین اس سے پہلے بہا چکی ہین۔ اور جو جذبات آپ کے سینے مین موجزن ہین، وہی میرے سینے مین بھی تڑپ رہے ہین۔ لیکن مجھے یہ تو بتلایئے کہ آپ کی شہید محبت نے کیونکر وفات پائی، اور اس کو لوگ اس قبر کی طرف برہنہ کیون اُٹھا کر لائے تھے؟...

اُس نے ایک ٹھنڈی سانس بھری جو یقیناً اُس کے مجروح دل کی گہرائیون سے نکلی تھی اور یہ بولا:

اپنے باپ کی محبت کے بعد میرے دل مین پہلا جذبہ محبت جو پیدا ہوا وہ اس دوشیزہ کی محبت کا جذبہ تھا۔ مین اس کو عزیز رکھتا تھا اور میرا دل محبت کے سوا کسی شے کو عزیز نہین رکھتا۔ مین نے اپنے دل اور اپنی آرزوون کا اسی کو مالک بنا دیا تھا۔ کیونکہ مین اپنے دل اور اپنی آرزوون کے سوا اور کسی چیز کا مالک بھی نہ تھا مین اُس کے لیے اپنی نگاہون پر رشک کرتا تھا، مین نسیم کے جھونکون سے

بھی ڈرتا تھا کہ اُس تک نہ پونہچ جائین۔ فطرت کا تمام حسن اُسکی جادو بھری آنکھون کے آگے بے حقیقت تھا اور تمام آہوان صحرا کی خوبیان اُسکی نگاہون کے سامنے گرد تھین۔ اُسکی محبت میرے دل مین نشو و نما پاتی رہی یہانتک کہ وہی میرا ہر وقت کا مشغلہ تھی۔ جب ہم دونون نے ہوش سنبھالا اور جوان ہوے تو مین نے اُسکی مان سے اُسے اپنا رفیق زندگی بنانے کی درخواست کی اُس کی مان نے اپنی پیاری بیٹی کے لیے میرے ساتھ بخل نہین کیا کیونکہ ہم دونون کے دلون مین جو پاک محبت تھی اُسے وہ جانتی تھی۔

لیکن افسوس زمانے نے میری آرزوون کو ٹھکرادیا اور وہ پیالہ پلا دیا جو زہر سے بھی زیادہ تلخ تھا۔ اُس نے ہماری خوشیون کے صاف مطلع کو رنج و غم کی تاریکیون سے بدل دیا۔ میری محبوبہ یاسمین ایک دن صبح سویرے موسم بہار کے حسین ایام مین تفریح کو گئی ہوئی تھی کہ امیر شہر نے ــــ اس بد باطن بڈھے امیر نے ــــ دیکھ لیا یاسمین کے شباب کی تر و تازگی ظالم کو بھاگئی اور اُس کی آنکھون کے حسن و جمال کا تیر جگر دوز امیر کے دل مین اُتر گیا۔ شام کو امیر نے اپنے ایک خاص آدمی بھیجکر یاسمین کو اُس کی مان سے طلب کیا۔

اس غریب عورت کو جرات انکار نہ ہوئی۔ مجبوراً اُس کی استدعا قبول کرلی۔ دوسرے دن امیر نے حصول یاسمین کی تقریب مین محفل آراستہ کی۔ اُسی دن سے میری آنکھون مین روشنی کی جگہ اندھیرا چھا گیا اور میری

زندگی پر آشوب کش مکش میں پڑ گئی۔

کسطرح میں اپنی آرزوؤں کو یاسمین کے پیکر محبت پر اس الفت کی دیوی پر قربان کر چکا تھا کہ یہ غارت گر وحشی آیا اور یاسمین کو میرے دل سے چھین کر لے گیا۔ کیا میں اُسے مار ڈالوں؟ یا خود مر جاؤں؟ اور اس مصیبت کی زندگی سے راحت پاؤں۔ ہاں میرا مر جانا ہی میرے لیے بہتر ہے مگر مرنے سے پہلے میرا فرض ہے کہ یاسمین پر ایک آخری نگاہ ڈال لوں اور اُس سے معافی مانگ لوں۔

میں نے اُسے ایک خط لکھا اور چاہا کہ رات کو باغ میں مجھ سے ملے کیونکہ میرے دل میں کچھ بستر راز ہیں جنھیں میں صرف یاسمین ہی پر ظاہر کرنا چاہتا ہوں۔ جب معینہ وقت قریب آگیا تو میں باغ کی طرف روانہ ہوا۔ میری بڑی آرزو تھی کہ اپنے دل کی مالکہ اپنی محبوبہ کو دیکھوں گا۔ وہاں پہنچکر دیکھا کہ نازنین یاسمین ایک درخت سے لگی بیٹھی ہے اور اُس کی آنکھوں کی سرخی اُس کے دل کی حسرت و سوزش کا پتہ دے رہی ہے

میں اُس کی طرف بڑھا اور اُس کے پاس بیٹھکر اُس کے نورانی ہاتھوں کو بوسہ بھی نہ دینے پایا تھا کہ یکایک امیر آ پہنچا۔ اُسکے ساتھ تین سپاہی اور تھے گویا میں اور وہ امیر دونوں باغ میں آنے کا ایک ہی وقت مقرر کر چکے تھے۔ مجھے دیکھکر وہ بلند آواز سے چیخا جو دور تک گونج گئی اور سپاہیوں کو میری یاسمین کی گرفتاری کا حکم دیا اس لیے کہ وہ بدکار ہے وہ اپنے

چاہنے والے سے راز و نیاز کی باتیں کرتی ہے

لیکن مجھے انھوں نے چھوڑ دیا اور ہاتھ بھی نہ لگایا۔ اس لیے کہ میں مرد تھا اور ظالم انسانیت، اندھا قانون صرف عورت پر حکم کرنا جانتا ہے اگر وہ بدکاری کرے گو اسکی بدکاری کا سبب مرد ہی ہو رہا مرد سو اوس سے کچھ نہیں پوچھتا گویا عورت سے زیادہ بلند فطرت پیدا کیا گیا ہے گویا عورت کچھ سمجھنے اور اثر لینے والا دل ہی نہیں رکھتی۔ یا شاید مرد کا مرد ہونا ہی اس کو معبود بنا دیتا ہے کہ وہ عورت پر حکومت کرے اور اس کے ساتھ خود اختیاری سے کام لے اس سے اس کی پاکبازی و پاک دامانی کو چھین لے اس کو انتہائی ذلت و رسوائی کی پستیوں میں پھینک دے، پھر بھی مرد سے نہ کوئی باز پرس ہو نہ جواب طلب کیا جائے۔

افسوس ہے انسان پر انکے دل کس قدر سخت اور خود یہ کیسے ظالم ہیں!..

وہ ناتوان عورت جو رحم و کرم کی سزاوار ہے جسکے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرنا واجب ہے، جب کوئی ایسا کام کرے کہ اس کا پاک دل اس کی مرضی پر چھوڑ دینا چاہیے تو لوگ اس کو بدکار خیال کر کے قید خانوں کی تاریکیوں میں ڈال دیتے ہیں اور خوب ذلیل کرتے ہیں۔

اور قوی مرد وہ مرد جو بے گنتی گناہ کرتا ہے، جو ایک دو شیزہ کا دل اسکے سینے سے اچک لیتا ہے، اسے رسوائی و شرم کے بستر پر ڈال دیتا ہے اسکی عزت و حرمت

کی جاتی ہے ۔ گویا یہ ناپاک افعال مرد کے اعزاز کو اور بڑھا دیتے ہین
اسی طرح بھائی ! میری محبوبہ بھی تاریکیون مین ڈالدی گئی کہ طرح
طرح کے صدمے اور ایذائین جھیلتی رہے ۔ چند روز کے بعد اُس کی پاک
سانسین غائب ہوگئین اور آسمان کی طرف چلی گئین کہ اس دنیا مین جو کچھ
ظلم و ستم اُسپر ہوے ہین خدائے تعالے کے انصاف کے آگے اُنکی داد چاہے
اور اُس جلالت مآب حاکم کے سامنے کھڑی ہوکر اپنے قاتل کے مقابلے
مین رحم کی خواستگار رہو ۔

کاش امیر اسی پر بس کرتا کہ اُسکے شگوفۂ شباب کو پژمردہ کرنے کا سبب ہوا
ہے نہین بلکہ اُس نے حکم دیا کہ وہ قبر تک برہنہ لیجائی جاے ۔

اے میرے بھائی اُسے برہنہ لیچلے اور سڑکون پر لیے پھرے ۔ لوگ اُس پر لعنت
کرتے اور تھوکتے جاتے تھے اور امیر کے فعل پر اُس کے شکر گزار ہو رہے تھے ۔
قبر تک ۔ وحشت تک ۔ تنہائی تک ۔ ظلمت تک ۔ تاریکی تک اُس کو
لیگئے ... آہ اے میری پیاری !...

یہ کہکر وہ شخص دیوانون کی طرح قبرون کا طواف کرنے لگا وہ روحون کو
پکارتا تھا وہ آسمان سے آگ برسنے کا آرزومند تھا ۔ جب مجھ سے کچھ دور ہوگیا
تو مین نے ایک آواز سنی جس مین بار بار یہ الفاظ دوہراے جاتے تھے :
اے ظالم انسانیت ۔ اور اے اندھے قانون تو ہی میری محبوبہ کا قاتل ہے

اب مین ایک متفکر آدمی کی طرح کھڑا تھا اور مین نے اپنی نظر اس قبر پر ڈالی جس نے اپنے پہلو مین اُس پاک دوشیزہ کا جسم دبا لیا تھا۔ مین نے دیکھا کہ وہ لکڑی کی صلیب ہمارے سامنے انسانی ظلم اور اندھے قانون کی تصویر بن گئی تھی۔ اور آسمان سے اس مظلومہ کے لیے انصاف طلب تھی جسے جور و جفا نے ہلاک کیا۔ گویا تربت مظلومہ پر لگی ہوئی یہ سیاہ لکڑی زبانِ حال سے پکار کر کہہ رہی ہے :

ظالم ہے تو اے انسانیت! اور اندھا ہے تو اے قانون!

ایک پاکباز عورت ہے جس نے نہ کبھی کوئی جرم کیا اور نہ بدکاری، مگر قانون نے اُسے بدکار خیال کر کے نہایت بے دردی سے پامال کر ڈالا۔ اور ایک بدچلن مرد ہے جسنے خطرناک جرم کیا تب بھی بشریت نے اُسکو اعزاز دیا...

ایک بے قصور نوجوان عورت ہے جس نے اپنے دل کا کہا کیا اور ایک ہم جنس انسان کو چاہا — حالانکہ محبت کرنا کوئی گناہ نہیں ہے — مگر انسانیت نے اُسے زنا کی تہمت لگائی اور ایک مجرم امیر ہے جس نے ایک دوشیزہ کو اُس کے محبوب سے چھین لیا اور چھوڑ دیا کہ وہ موت کی اذیتیں، اور جدائی کی مصیبتیں جھیلے تو بشریت نے یہی کہا کہ امیر کتنا منصف مزاج ہے!...

اگر شیدہ بدکار تھی جیسا کہ یہ لوگ کہتے ہیں — گو یہ بات حقیقت سے اُتنی ہی دور ہے جتنا آسمان زمین سے — اور اُس کا فعل برا تھا مگر آئین

کی جان لینا کون سا اچھا کام ہے ؟...

وہ کون سا ظالم قانون ہے جو روحون کو سلب کرنا اچھا کام سمجھتا ہے ؟..

وہ کون سی وحشیانہ انسانیت ہے جو ایسے امیر کی عزت کرتی ہے اور اُسے آگ مین نہین جھونک دیتی جبکہ وہ ایک لڑکی کو برہنہ کرکے شہر کی سڑکون پر پھرانے کا حکم دیتا ہے ؟...

"کیا ہم ایک بُرے کام کا بدترین کام سے مقابلہ کرتے ہین اور کہتے ہین کہ یہ قانون ہے ؟.. اور ایک بُرائی کے مقابلے مین اُس سے بدتر برائی کرتے ہین اور کہتے ہین کہ یہ ناموس اور پاس آبرو ہے ؟.. اور ایک گناہ پر اُس سے زیادہ بُرا گناہ کرکے غالب آنیکی کوشش کرتے ہین اور ڈنکے کی چوٹ پکارتے ہین کہ یہی انصاف ہے ؟..."

اے لوگو عورت پر ترس کھاؤ اور اُس پر ظلم نہ کرو !

جو قانون ورواج بُری تعلیم دیتا ہو وہ خود بُرا ہے اُس سے منھ پھیر لو اور سختی سے اُس کا مقابلہ کرو — اور جو پاس ناموس بُرائیان اور فساد پھیلاتا ہو وہ شرانگیز ہے اُس کو چھوڑ دو اور اُس کی مخالفت مین اپنا خون بہانے سے بھی دریغ نہ کرو

تم تمام امور کی تہ کو پہنچو اور ظاہر کو دیکھکر فریب نہ کھاؤ — وہ اونچی اونچی قبرین جنکی دیوارین جگمگا رہی ہین اور اُنکے اندر بدبو اور عذاب ہے اُنسے ہمیشہ دور رہنا !

× × ×

سورج اپنے پردے مین چھپنے لگا گویا وہ ان وحشیانہ مظالم کو دیکھتے دیکھتے تھک گیا ہے اور نظرون سے اوجھل ہونا چاہتا ہے، مین بھی اپنے گھر کی طرف پلٹ پڑا مگر اس حال سے کہ آنکھون مین آنسو تھے اور دل مین حسرتین —

۱۹

لاوارث بچہ

مجھ پر رحم کرو خدا تم پر رحم کریگا

گرجے کے سامنے۔ وہان، جہان سیکڑون جانین اپنے پیدا کرنے والے سے سرگوشیان کرتی ہین۔ اور جہان مادر گیتی کے فرزند عالی شان عالم کون ومکان کے بنانے والے داتا کی حمد وثنا بیان کرتے ہین۔ مین نے ایک چھوٹے سے بچے کو دیکھا جو ایک پھٹے پرانے کپڑے مین لپٹا ہوا پڑا رو رہا ہے۔ بلک رہا ہے۔ کچھ لوگ آس پاس کھڑے ہوے ہمدردی کی نظرون سے اُسے دیکھ رہے ہین۔ اور درد واثر کا جذبہ اُن کے چہرونسے نمایان ہے جس طرح تیر سینے مین اپنا کام کرجاتا ہے، وہی اس بچے کی دردمند چیخ نے میرے دل پر کیا اور مجھ مین ایک شدید تاثیر بھر دی۔

دریافت حال کے شوق نے مجھے آگے ڈھکیلا، اور مین بڑھا کہ بچے کو قریب سے دیکھون۔ مین نے دیکھا کہ وہ بلک رہا ہے اور دیکھا کہ اُس کی گردن مین کاغذ کا ایک پرچہ بھی بندھا ہوا ہے جس پر یہ الفاظ لکھے ہین:

مجھ پر رحم کرو، خدا تم پر رحم کریگا

مین نے اس جملہ کو پڑھا، پھر پڑھا اور اُس پر غور کرتے کرتے مین فضائے تخیل مین پہونچ گیا۔ اُس بچے کی چیخ میرے سامنے ایک پیکر کی صورت مین قربان گاہون کے دھوین کی طرح فضا کو پھاڑتی آسمان کی طرف چڑھتی معلوم ہوئی۔ تاکہ اُس عدل مجسم کے سامنے کھڑی ہو کر اُن لوگون کے لیے طالب رحمت ہو جو اس پر رحم کرین... تو مین نے کہا کہ رحم کرنے والے کہان؟ ابھی یہ جملہ پورا بھی نہ ہوا تھا کہ مین نے دیکھا کچھ لوگ اس بچے کو اُٹھا کر لیجانے مگر مجھے نہین خبر کہ کہان لے چلے؟

اس وقت مین نے اپنی نگاہ سے اُن کی مشایعت کی اور اُن کے ساتھ ہو لیا، اور خود پلٹ آیا۔ مگر میرے سینے مین اس بیکس بچے کی طرف سے غم و یاس کے جذبات لبریز تھے۔ آہ، اُس کی سنگدل مان نے، بے رحمی و بیدردی سے چھوڑ دیا ہے کہ معصوم روتا بلکتا رہے۔

کیا آپ بتا سکتے ہین کہ یہ کون لڑکا ہے، اور اس کی مان کون ہے؟

یہ ایسا سوال ہے جس کا جواب میرے لیے دشوار ہے۔ اُس کا قصہ جو کچھ بھی ہو، مگر مین اُس کی نسبت اتنی بات ضرور کہہ سکتا ہون کہ:

—— مرد عاقل وہی ہے جو آپ سمجھ جاے، نہ یہ کہ کوئی اور اُسے بتائے

غرض یہ بچہ یا تو کوئی مصیبت کا مارا بچہ ہے، اور اُس کی مان کوئی غریب عورت ہے جس کی غریبی نے اپنے جگر کے ٹکڑے کو یون راستے مین ڈال جانے

پر مجبور کیا ہو اور اُس کے پاس اتنا نہ ہو کہ اپنے بچے کی پرورش کر سکے۔
یا حرام کا بچہ ہے۔ اور اُس کی ماں کوئی بدچلن عورت ہے جس پر
خونخوار انسانی بھیڑیوں نے حملہ کیا ہو اور اُس کا لباس عفت و عصمت چاک کر دیا
ہو تو اُس نے اپنی بدکاری کا یہ ثمر سڑک پر ڈال دیا ہو کہ دنیا عیش لگا سکے۔
دونوں حالتوں میں یہ لڑکا ہے تو آدمی ہی کا بچہ! اور سوسائٹی کا ایک فرد!
اور اُس کی ماں ہے تو آخر انسان ہی، چاہے وہ فاقہ کی ماری ہو یا مدنیت
اور قانون تہذیب کی فریب خوردہ۔ تو کیا یہ انصاف نہیں ہے کہ اب انسان اور
انسانیت ہی اُس کی داد کو پہنچے، اور مدنیت ہی اُس کی فریاد کو سُنے؟
کوئی مجھے بتائے کہ پھر انسانیت کیا چیز ہے؟... کیا دوسری لفظوں میں
تمام انسانوں کا مجموعہ نہیں ہے! اور مدنیت کیا ہے؟ کیا حکومت نہیں ہے!
اس لیے ہم سب کا، اور خاصکر حکومت کا فرض ہے کہ اس حالت زار
کو ذرا رحم و ہمدردی کی آنکھوں سے دیکھئے اور اُسے اپنی ہمت کے آغوش میں
لے۔ کیونکہ یہ انصاف کا تقاضا نہیں کہ یہ بچہ چیل کوؤں کے لیے چھوڑ دیا جائے
اور یہ کسی طرح عدل نہیں کہ وہ سڑکوں پر پڑا مرا کرے۔ جبکہ اُس کے ماں باپ
کا پتہ نہیں! اور خود اُس نے کوئی گناہ کیا نہیں۔

× × ×

ہم۔ ہم اہل مشرق غیروں کی تقلید میں بڑے بڑے قدم مارتے ہوئے

چلے تو تھے مگر اس انداز سے کہ اپنے وطن مین اور خرابی و تباہی آگئی، اور جس تقلید سے ملک کی ترقی و بہبودی کی امید ہو سکتی تھی اُس سے ہم نے اپنا منہ پھیر لیا۔ ہم نے اُس کو دیوار پر دے مارا۔ کاش ہم احساس حقیقت کرتے اور صرف اُن باتون کی تقلید کی کوشش کرتے جو ہماری ترقی و فلاح کا راز ہین اور ہر ایسی چیز سے بچتے جو ہمین اہل تمدن کی نگاہون مین حقارت و ذلت کا موضوع بنا رہی ہے، تب کہین ہم ایک ترقی یافتہ قوم ہو سکتے تھے اور اپنے صفحات تاریخ کو ایسے قابل فخر کارنامون سے زینت دے سکتے تھے جو قیامت تک مٹائے نہ مٹین۔

بس اب اے فرزندان وطن! جو بات حقیقت مین مفید ہو اُس کی طرف نگاہ توجہ پھیرو! اور جس مین وطن کی بہبودی و فلاح ہو اُسکی جانب ہمت و التفات مبذول کرو! مہذب شہرون اور ملکون مین بیمارخانے اور یتیم خانے بے شمار ہین۔ پھر ہمارا ملک کیون اس قدر محتاج ہے۔ اس مین گنتی کے چند اسپتالون اور یتیم خانون کے سوا کچھ بھی نہین؟ . . .

غیر قومین جانتی ہین کہ بدترین مصیبت اس کم سن بچہ کی مصیبت ہے، وہ بچہ جو اپنی جان بھی نہین سنبھال سکتا۔ اس سبب سے اُس کی زندگی خطرے سے محفوظ رکھنے کے لیے بڑی دریا دلی سے کام لیتی ہین۔ پھر ہم کیون اُن کے نقش قدم پر نہین چلتے اور اپنی دولت کا ایک حقیر حصہ

یتیم خانے کھولنے کے لیے کیون نہین دیتے ؟

وہان حکومتین کثرت سے ان یتیمون کے لیے بے فیس کے، جبریہ تعلیم کے، مدرسے کھولتی ہین ۔ وہ تعلیم جو دورآئندہ مین اُن بےکس بچون کو سعی وعمل کا مرد میدان بنا دیتی ہے - پھر ہماری حکومت اِس کارخیر کے لیے کمر ہمت کیون نہین باندھتی ؟

. . . .

اے فرزندان وطن ! یہ لاوارث بچہ ہے۔ اگر ہم اُسے گڑھے سے نکالنے کی کوشش نہ کرین گے تو یہی آگے چل کر ترقی وطن کی راہ مین ٹھوکر کا پتھر ثابت ہوگا - پھر ہمین اُس کی ضرر رسانی سے بچنا دشوار ہوجائیگا لہذا سب باہم متفق ہوجاؤ اور اُس کی مشکل آسان کرو ۔ نیز اُس کے بہت سے دوسرے بھائیون کی بھی جو سڑکون پر بھیک مانگتے پھرتے ہین ۔ "اُن پر رحم کرو خدا تم پر رحم کریگا اور تمھاری مشکل آسان کریگا !"

۲۴
غریب سوسن

وہ ایک کلی تھی، عالم بہار مین جو نسیم صبح گاہی کے پر کیف جھونکون سے ابھی شگفتہ بھی نہ ہونے پائی تھی کہ موت کے زہر آلود تھپیڑون نے اُس کی دل کشی و تازگی کو خاک مین ملا دیا وہ ایک تر و تازہ شاخ تھی جسے فور سحر نے ابھی تبسم بھی نہ ہونے دیا تھا کہ اُس پر برق ستم گری۔ اور اُس کی شادابی کو ہمیشہ کے لیے کملا دیا۔

× × ×

شام کے وقت ہوا چلی، اور مینھ برسنے لگا، گویا آسمان مادر گیتی کے غریب و بدنصیب فرزندون پر آٹھ آٹھ آنسو رو رہا ہے۔ مین برآمدہ مین نکلکر آ بیٹھا جو ایک شارع عام پر واقع تھا مین راہ گیرون کو غور سے دیکھ رہا تھا اور اُن پر و رد منظرون سے متاثر ہو رہا تھا جو میری آنکھین اسوقت دیکھ رہی تھین یا اللہ یہ مؤثر مناظر کس قدر ہین جو بے حس ہستیون کو رُلائے بغیر اور سخت سے سخت دلون کو بھی ہلائے بغیر نہین رہ سکتے۔ ان فقیرون محتاجون کی تعداد کس قدر زیادہ ہوگئی ہے جنکی پر غم صداؤن سے فضاے بسیط گونج اُٹھی ہے۔ آہ، جو اپنے یاس کے سوکھے ٹکڑے آنسوون مین بھگو کر کھا لیتے ہین۔

ایک یتیم بچہ ہے جس نے اپنی اس مختصر زندگی میں سوا تنگ دستی و بدنصیبی کے اور کچھ نہیں دیکھا، وہ چلا جا رہا ہے اور اُس کا عضو عضو جوڑ جوڑ سردی سے تھر تھر کانپ رہا ہے وہ بھیک مانگنے کے لیے ہاتھ پھیلاتا ہے مگر انکاری لفظوں کے سوا کچھ نہیں پاتا جو نہ اُسے کچھ نفع دے سکتے ہیں اور نہ اُس کے درد کو کچھ تسکین،

اور ایک لڑکی ہے جو ہمیشہ مسرتوں میں رہی اُس نے اپنا بچپن ماں باپ کے پیکر محبت پر قربان کر دیا ہے وہ اپنے بوڑھے ماں باپ کے لیے کچھ روزی بہم پہنچانے کی فکر میں سڑکوں پر ماری ماری پھرتی ہے لیکن سوا اُن نوجوانوں کے، کسی کو نہیں پاتی جنھوں نے غیرت کا جامہ اُتار پھینکا ہے۔ یہ نوجوان اُس کے پاس آتے ہیں اور اُس کی آبرو کا روپے پیسوں سے بھاؤ کرتے ہیں ....

لیکن آہ! جس نے میرے سازِ ہائے دل کو لرزش دی جس نے میری آنکھوں سے آنسوؤں کے دریا بہا دیئے وہ ایک عورت کا نظارہ تھا۔ بڑھاپے کے آثار اُس کے بشرے سے نمایاں تھے، اُس کے بال اُس کے شانوں پر پریشان تھے، وہ چلی جا رہی تھی اور کچھ اس آواز سے جس کی ہر لے بتاتی تھی کہ وہ سراپا رنج والم ہے یوں کہتی جاتی تھی:

آہ! اے میری پیاری بیٹی!!!

اور تو کچھ میری سمجھ میں نہیں آیا مگر میں اُس کے پیچھے ہو لیا جدھر وہ جاتی

تھی مین بھی اُس کے پیچھے پیچھے چلا جارہا تھا۔ گویا اُس کی غمگین آواز مین ایک کہربائی طاقت تھی جو مجھے کھینچے لیے جاتی تھی۔ آخر مین ایک چھوٹے سے گھر کے سامنے پونہچ گیا جس مین دھیمی دھیمی روشنی ہورہی ہے اور دھندلی دھندلی شعاعین اوٹھ اوٹھ کر گھر کی عمیق تاریکی پر غالب آتی ہین اور اُس کو روشن کردیتی ہین۔ اس سے ایک ایسا منظر سامنے آجاتا ہے جو دل کو پاش پاش کردیتا ہے ...

ایک نوجوان لڑکی جس کا چہرہ اُداس ہے اور دُبلے دُبلے بازو ایک فرش پر پڑی ہوئی ہے اُس کی حالت اُس کی غریبی و مفلسی کی شاہد ہے اُس نے اپنا منھ دیوار کی طرف پھیر رکھا ہے، گویا دیوار کی سنگین خلاؤن (سوراخون) مین کوئی انسانی دلون سے زیادہ رحیم دل پالیا ہے تا وہ دنیاوی مظالم سے چھپٹا چاہتی ہے۔ مگر اُس نے جیسے ہی دروازہ پر آہٹ پائی اور اپنی ماں کی سسکیون کی آواز سنی (وہ ماں جو اپنے آنسوون کو چھپانے کی کوشش کررہی تھی مگر اُسکی کوشش کے خلاف اُس کا غم نمایان تھا) لڑکی نے اپنے سر کو جنبش دی اور ہماری طرف رخ کیا تو اُس کی کھلائی ہوئی آنکھین دکھائی دین جو گویا حرمان نصیبی سے سرنگین ہورہی ہین اُس نے اپنی دردمند آواز سے کہا:

اماں! وہ کہان ہین؟ کیا تمھارے ساتھ آئے ہین؟... کیا اُن کا بے رحم دل پسیجا اور وہ آئے ہین کہ مین اُنپر ایک الوداعی نظر ڈال لون؟...

مگر جب لڑکی نے دیکھا کہ اُس کی مہربان ماں نے کوئی جواب نہیں دیا، بلکہ خاموش ہوگئی، اور اپنی لڑکی کے لیے اُس کے ہونٹوں کو جنبش تک نہ ہوئی تو پھر اپنا سر ادھر ہی پھیر لیا اور یہ الفاظ دہرائے:

ہائے اللہ وہ کس قدر سنگ دل ہیں! ہائے انسان کتنا ظالم ہے!!

اب مجھے بھی اپنے دل پر ضبط گریہ کا قابو نہ رہا اور میں اس غریب لڑکی پر ہمدردی کے آنسو بہائے بغیر نہ رہ سکا اُس کی ناکام زندگی جو کچھ میری آنکھوں نے اس رات کو دیکھی ہے اس سے زیادہ میں نہیں جانتا۔ لیکن میرے دلی جذبات نے نہ چاہا کہ اُس کی غمگینی و مصیبت کا سبب معلوم کیے بغیر پلٹ آؤں، تاکہ شاید میں اُسے کچھ تسلی دے سکوں، اور اُس کے آلام میں کچھ سکون پیدا کر سکوں۔ تب میں اُس کی ماں کی طرف بڑھا۔ اور ایک ہمدردانہ لہجے میں اُس سے پوچھا:

خدا کے لیے بتاؤ تو یہ کیا حال ہے، کیا تم مجھے بتا سکتی ہو کہ یہ لڑکی کیوں رو رہی ہے؟ ایسا کیا صدمہ پہنچا جو اس کی یہ حالت ہوگئی جس سے نجات پانے کی کوئی امید نہیں۔ جب وہ تم سے باتیں کر رہی تھی میرا دل غم و غصے سے ٹکڑے ٹکڑے ہوا جاتا تھا، آخر بتاؤ تو سہی وہ کون ہے جس کے آنے کا یہ لڑکی انتظار کر رہی ہے؟..

وہ دوشیزہ میری باتیں سنتی رہی اور سمجھ گئی کہ یہ ضرور ایسے دل سے نکلی ہیں جو غریبوں کے دکھ درد سے دردمند ہوتا ہے اور اُس طبیعت سے جو

غریبوں کی تکلیف سے غم گین و متاثر ہوتی ہے۔ تب اس نے اپنا سر اٹھایا، وہ سر جسے اپنی ناتوانی سے جنبش دینے کی بھی قوت نہیں رکھتی تھی۔ اور مجھے اُن آنکھوں سے دیکھا جن میں کچھ ایسے حلقے پڑے ہوئے تھے کہ دیکھا نہیں جاتا تھا پھر ایسی آواز سے جس میں آنسوؤں اور سسکیوں نے ملکر اور بھی بلا کا درد بھر دیا تھا کہنے لگی :

رحم کرو اے مہربان میرے صدموں میں اور اضافہ نہ کرو، میرے دل میں اور آگ نہ بھڑکاؤ ایسا نہو کہ میں اپنے ظالم کو جسے دل و جان سے چاہتی ہوں، ایک نظر بھی نہ دیکھنے پاؤں اور ابھی مرجاؤں۔ وہ نظر جو اس زندگی میں میری تمام تمناؤں کی ایک تمنا ہے، اور اس سے پہلے کہ میری روح اس شریر دنیا سے جدا ہو، میں اوس عالم میں چلی جاؤں جہاں روحیں تسکین پاتی ہیں۔ اور لوگوں کی چیخ پکار اُن کو نہیں ستا سکتی۔

مجھے ایسی حالت میں مرنے دو کہ اس کا خیال میرے پیش نظر ہو شاید اسے میرے حال زار پر ترس آجائے۔ اور وہ اپنی شیریں زبان سے محبت کی کچھ باتیں کرلے،

آہ! اے میرے پیارے۔ اے میرے قاتل! تم کس قدر مہربان اور کس قدر ظالم ہو! کیا تمھارے دل کو اس غریب ہستی پر ذرا بھی رحم نہیں آتا، جس نے تم کو اپنے دل کا مالک بنا دیا اور اپنا سارا ایمان و مال تمھیں سونپ دیا ہے؟... کیا تمھیں وہ جذبات نہیں عطا ہوئے جو میری مصیبت سے کچھ اثر

لین، کیا تم مجھ سے نہین کہتے تھے کہ مین تجھے "اے سوسن" دل سے چاہتا ہون، میرے تمام دلی جذبات مین ہر جذبہ تمھاری محبت اور دیوانگی شوق کا ساز نواز ہے، کیا تم میرا اور میری مان کا تمام مال و دولت کھینچ لینے کے بعد مجھے چھوڑے دیتے ہو، کیا تم مجھ سے اپنی تمام خواہشین پوری اور مجھے خراب و برباد کر چکنے کے بعد تم چھوڑتے ہو اور مجھے بستر ذلت و رسوائی پر کوڑے کی طرح پھینکے دیتے ہو؟ وہ قول و قرار کیا ہوے؟ ... وہ قسم کہان گئی؟ ...

آہ اے ظالم کس قدر تیرا دل سخت ہے! تو نے مجھے کیسا دھوکا دیا۔

یا اللہ انسان کے ظلمون سے تیری رحمت کی پناہ ہے، میرا جی زندگی سے سیر ہو چکا میری جان اب موت کی آرزومند ہے!

تیری رحمت کا صدقہ اے میرے مولا تو میرا حق دلانے اور اس خونخوار بھیڑیے سے میرا بدلہ لینے مین غفلت نہ کرنا! وہ بدلا لے جس کا یہ ظالم از روے انصاف سزاوار ہے۔ اے میرے پروردگار اس پہ اپنے آسمان سے آگ برسا اور اس کو دنیا سے مٹا دے کیونکہ یہی میری بیماری اور میری تباہی کا سبب ہے ... یا اللہ اپنی رحمت کے طفیل! الٰہی اپنی رحمت کے صدقے!!

مگر نہین .. مین معاف کرتی ہون اے میرے پیارے! اے میرے جانی دشمن! میرے حواس ٹھکانے نہین، مین جو کچھ کہہ رہی ہون یہ نہین کہنا چاہتی تھی۔ اسے سچ نہ سمجھنا۔ مین معافی چاہتی ہون۔ مجھ پر غصہ نہ کرنا

کیونکہ میری قوتیں جواب دے چکیں۔ میں اپنے آپے میں نہیں ہوں اور
نہ کوئی ٹھکانے کی بات کر سکتی.. معاف کرنا.. معاف کرنا۔
یہ کہکر اُس کی آواز رک گئی۔ اُس کے بدن میں کپکپی سی محسوس ہوئی
اور بخار کی تاثیر سے اُسے بے ہوشی کی گہری نیند سی آگئی۔
اس غمناک منظر کو دیکھنا اب میرے امکان سے باہر تھا، میں باہر
چلا آیا مگر اُس دوشیزہ کا خیال میری آنکھوں میں سمایا ہوا تھا اور اُس کی
حزین آواز میرے کانوں میں برابر گونج رہی تھی۔ اپنے کمرے میں آکر میں نے
سر میز پر رکھ دیا اور بے اختیار رونے لگا۔
میں رویا اس لیے کہ اس نوجوان معصوم لڑکی کو اپنے وطن کی کثیر التعداد
لڑکیوں کی مثال پاتا ہوں آہ! وہ لڑکیاں جن پر تمام آرزوؤں کا دار و مدار
اور جن کے دامن سے ترقی وطن کی امیدیں وابستہ ہیں۔
میں روتا تھا اس لیے کہ میں نے اپنی آنکھوں سے اُس ذلیل حرکت مجرمانہ
کو دیکھا ہے جو لڑکیوں کو دھوکا دینے اور پھر اُن کو ذلت و رسوائی کے غار میں
پھینکنے کے لیے اکثر نوجوان کرتے رہتے ہیں۔
میں روتا تھا اس لیے کہ تربیت اور درستی اخلاق ہمارے ملک میں
برابر پستی و انحطاط میں ہے۔ اگر ہمارے اخلاق درست ہوتے تو ہم ہرگز کسی

نوجوان کو کسی عورت کا مال و آبرو غارت کرتے ہوئے اور بازارون مین
فخر و مسرت کے ساتھ پھرتے ہوئے نہ دیکھتے گویا اُس نے کوئی ایسا بُرا کام
ہی نہین کیا جو شرافت و اخلاق کے منافی ہو۔ یا گویا اس دوشیزہ کی فریاد
جو آسمانون سے اونچی چڑھ جاتی ہے۔ اس نوجوان کے کانون مین ایک
پرلطف نغمے سے زیادہ اہم نہین،

اے ملک کے مان باپو! اپنے لڑکون کو اچھی تربیت دو۔ یہی اُس
زندگی مین سب سے بہتر کام ہے جو تم کو کرنا چاہیے۔

اور اے سادہ دل لڑکیو! ان خونخوار بھیڑیون سے دور رہو تاکہ یہ
تم پر قابو نہ پاجائین اور تمھارے سب سے زیادہ عزیز جوہر عفاف کو نہ چھین لین

اور اے ملک کے نوجوان لڑکو جو کچھ تم کر رہے ہو اُس کے لیے خدا سے
شرماؤ کہ ایک ناتوان ہستی کو دھوکا دینا حرام ہے۔۔

+ + +

دو ہفتون کے بعد سبزہ زارون کی خوش آواز چڑیون نے موسم بہار کے دل لبھانیوالے
ترانے گائے۔ غریب سوسن" بدنصیب سوسن" ایک لکڑی کے تابوت مین رکھی گئی
پھر فقیرون کے کاندھون پر ایک بیابان مین لائی گئی اور ایک وحشت ناک جنگل مین دفن
کی گئی۔ آہ! سوا اُسکی ایک دردمند ماں اور اُس نوجوان کے جو مصیبت زدہ عورتون
سے ہمدردی رکھتا ہے۔ اور کوئی سوسن کے جنازے کے ساتھ نہ تھا کیونکہ وہ غریب بھی
محتاج تھی، وہ سل کے مرض مین مبتلا تھی! البتہ اُسپر آسمان سے شفقت و رحمت ضرور اُتری تھی

۳۲

ناسور

برادرم!

مین تمھین خط لکھ رہا ہون اور گھڑی دن ڈھلنے کی خبر دے رہی ہے۔ ہوا سڑکون پر سن سن چل رہی ہے۔ شہر کے بازار برف سے ڈھکے ہوئے ہین۔ اور آنسو میری آنکھون مین ڈبڈبا رہے ہین۔

مین غمگین ہون اے بھائی! لیکن نہین جانتا کہ کیون؟...

سڑکون پر چلتا پھرتا ہون، دوستون۔ ملتا جلتا ہون باتین کرتا ہون، اخبارات دیکھتا ہون، مگر غم مجھ سے جدا نہین ہوتا اور آنسو میری آنکھون سے مفارقت نہین کرتے بیکار ہے اگر مین اس زندگی کی دشواریون سے نجات پانے کی کوشش کرون۔ اور فضول ہے اگر اپنے کو خوش نصیب بنانے کے لیے اپنی جان کو محنت و مصیبت مین ڈالون۔ کیونکہ زندگی جیسا کہ لوگ کہتے ہین۔ ایک آنسو اور ایک خفیف تبسم ہے اور مین گمان کرتا ہون کہ آنسوون کا زمانہ ہنوز نہین گذرا ہے۔

بھائی! دل مین ایک وسعت ہے جس کو محبت کے سوا کوئی نہین بھر سکتا۔ یہی وہ قوت ہے جو بدقسمتی کو خوش قسمتی سے اور خوش نصیبی کو بدنصیبی سے بدل سکتی ہے۔

جس یوسف گم گشتہ کی مجھے تلاش تھی اُسے بہت ڈھونڈھا مگر کہین نہ پایا۔

کیونکہ میرا دل ایسی چیز کا جویا ہے جو کبھی نہیں مل سکتی۔ وہ مخلص دوست ڈھونڈھتا ہے... اور مخلص دوست اے میرے بھائی کمیاب ہی نہیں بلکہ نایاب ہے۔

تم سے جو یہ کہے کہ میرے تمام تر جذبات تمھیں چاہتے ہیں۔ اور میں صرف تمھارے لیے ہوں، تو تم اُس سے کہدو کہ تو جھوٹا ہے۔ اگرچہ وہ بہت کچھ تم سے اصرار کرے۔ کیونکہ آدمی کا دل گویا ایک لوہے کا ٹکڑا ہے اور مال اُسکے لیے مقناطیس ہے۔

جب تک تمھاری جیب بھری ہوئی ہے اُس وقت تک تمھارے دوست بھی بہت ہیں!... اور جو تمھاری بدنصیبی سے جیب خالی ہوگئی تو اُس وقت تم تنہا رہ جاؤگے نہ کوئی تمھارا دوست ہوگا نہ کوئی چاہنے والا نہ کوئی تسکین دینے والا اور نہ کوئی مونس

پہلے تو تم اپنے کاروبار میں مصروف ہونے کا وقت بھی کافی نہیں پاتے تھے کیونکہ لگاتار آنے والے دوستوں کی ملاقات تمھارا ہر وقت کا مشغلہ تھا، مگر اب تم تن تنہا ہو۔ اگر تم نے ان دوستوں میں سے کسی کو دیکھکر خود سلام بھی کیا تو وہ دوست سلام کا جواب دینے کی تکلیف گوارا نہ کریگا...

آہ! اے بھائی کاش تم جانتے کہ کس قدر ذلیل ہے وہ شخص جو محض میرے مال و دولت کی وجہ سے میری محبت کا دم بھرتا ہے۔ یا کسی اور اثر سے مرعوب ہوکر مجھ سے ملتا ہے وہ یقینی میرا سخت دشمن ہے

میرے لیے جنگلوں میں رہنا بھیڑیوں اور چیتوں میں بسر کرنا لومڑیوں اور گیدڑوں میں زندگی گذارنا سانپوں اور بچھوؤں میں عمر کاٹنا اس سے بہتر ہے کہ انسانوں میں رہوں

وہان مین اپنے دوست دشمن کو پہچان لونگا، وہان یہ تمیز کرسکون گا کہ کون مجھ سے محبت اور کون نفرت رکھتا ہے اور یہان مین یہ کچھ نہین سمجھ سکتا۔ سب کے سب میرے دوست ہین، سب کے سب مجھے مانتے ہین۔ مگر جب آسمان میرے خلاف ہوگیا اور مین کسی مصیبت مین پھنس گیا تو پھر سب کے سب الگ ہین کیونکہ اُن کا آقا مجھ سے بیزار ہے۔

اے بھائی یہ دنیا ہمہ تن سربستہ راز ہے۔ انسان اُسے بالکل نہین جانتا گو لوگ کہین اور آواز بلند کہین۔ اور جو تم سے کہے کہ مین نے زندگی کے اسرار مین سے کوئی راز پالیا ہے تو اُس پر تم ہنسو اور یہ کہو کہ تم جاہل ہو تم کچھ بھی نہین جانتے، کیونکہ تم مٹی سے پیدا کیے گئے ہو، بھلا خاکی مخلوق بھی روحانی اسرار کا ادراک کرسکتی ہے؟...

ہر شخص اپنی لے کا گیت گاتا ہے، ہر شخص اپنے ہی ساز طرب کو رہین مضراب بناتا ہے۔ جب زمانہ خفیف سے تبسم کے ساتھ اُس کے لیے مسکرا دیتا ہے تو وہ آواز بلند پکار کر کہتا ہے کہ زندگی کتنی خوشگوار و شیرین چیز ہے!!! اور جب زمانہ اپنے کاندھون سے اُس کو گرا دیتا ہے تو وہ خدا سے مدد مانگتا ہے اور کہتا ہے کہ خدایا تیری پناہ، یہ دنیا تو آلام و مصائب سے بھری ہوئی ہے!

رہا مین، سو اس سے پہلے کہ تم کو یہ چند کلمے لکھون، مین نے اس دنیا پر ایک اجمالی نظر ڈال لی ہے۔ مجھ کو تو یہی معلوم ہوا کہ روے زمین پر خوش نصیبی

کا وجود نہیں۔ اور جو کچھ بھی انسان کرتا ہے وہ ہماری ہی مصیبت و تباہی پر دلالت کرتا ہے۔

میرے عزیز! کیا تمھیں وہ دن یاد نہیں ہے جب تم مدرسہ میں تھے اور اپنے دل کی گہرائیوں سے پھوٹ پھوٹ کر رو رہے تھے تو میں نے تمھارے پاس آکر پوچھا تھا کہ تمھارے رونے کا کیا سبب ہے؟ یہ سب تمھارا رونا محض ایک دوشیزہ کے فراق میں تھا جسے تم دل و جان سے چاہتے تھے تو تم نے میرے سوال کا یہ جواب دیا تھا کہ:

اُف زندگی کس قدر بدمزہ اور موت کتنی شیریں ہے!؟

کیا تمھیں وہ دن یاد نہیں، جس دن ہم تم دونوں سیر کرتے ہوئے گورغریبان کی طرف نکل گئے تھے اور ہم نے ایک عورت (ماں) کو دیکھا کہ اپنے اکلوتے بیٹے کے لیے رو رہی ہے۔ اور اپنے آنسوؤں سے خاکِ لحد کو تر کر رہی ہے۔ تو ہم نے بھی آنسو بہانے میں اُس کی شرکت کی تھی اور تم نے مجھ سے کہا تھا کہ: میرے دوست! آخر ہم کیوں غم نصیب بنیں؟

کیا تمھیں اپنے مدرسے سے نکلنے کا وقت یاد نہیں کہ کیونکر ہم تم زمانے کو بُرا بھلا کہتے اور گالیاں دیتے تھے۔ کیونکہ اُس نے ہم تم میں جدائی ڈالی تھی؟..

کیا تمھیں اے میرے عزیز دوست یہ کچھ یاد نہیں؟ یاد کرو، یاد کرو میرے پیارے خوب یاد کرو!!

میں یہاں تک پونہچا تھا کہ دروازہ کھٹکھٹایا گیا اور چٹھی رسان نے داخل

ہوکر مجھے ایک خط دیا جسکے چاروں طرف سیاہ خط کھنچے ہوئے تھے۔ جب مین نے اُس کو چاک کیا تو میرا رد آن رو آن کانپنے لگا، اور قلم میرے ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑا۔

اس خط مین ایک ایسے شخص کے مرنے کی مجھے خبر دی گئی تھی جسے مین اپنی زندگی مین نہایت عزیز رکھتا تھا۔ مجھے میرے ایک دوست کی خبر مرگ دیگئی تھی ... جو کچھ اُس مین لکھا تھا تم بھی پڑھ لو:

"پیارے ندرہ!

"آنسو میری دوات کی سیاہی مین گھل رہے ہین ... مین تمھین ایسے عزیز دوست کے مرنے کی اطلاع دے رہا ہون جس سے تم دلی محبت رکھتے تھے۔ یہ فاضل نوجوان ابھی عالم شباب ہی مین تھا

"اُس نے اچانک وفات پائی جبکہ وہ اپنی بیوہ ماں کو خط لکھ رہا تھا اور خط مین رنج فراق کا شکوہ کر رہا تھا میرے پیارے دوست تم بھی تعزیت کرو" تمھارا مخلص

× × ×

. . . . . .

اے میرے بھائی! جیسے ہی مین نے یہ خط پڑھا۔ اور پھر اپنے دل کی حالت پر غور کیا تو مین اپنے لکھنے کی میز پر گر پڑا اور بہت رویا۔

مین مرحوم کی جان عزیز کے لیے نہین رویا۔ کیونکہ مجھے یقین ہے کہ وہ اس دنیائے شریر سے جدا ہونے کے بعد بہت مسرور ہے۔

مین اپنے دوست کی ذات کے لیے نہین رویا۔ کیونکہ وہ ہمیشہ اب دوسری دنیا مین بامراد رہیگی۔ جہان نہ دھوکا ہے نہ خودغرضی۔ بلکہ مین روتا ہون اپنی اور اُس بیوہ کی بدنصیبی پر جو اس نوجوان کو اُس نظر سے دیکھتی تھی جس سے کوئی صنم پرست اپنے دیوتا کو دیکھتا ہے۔ جیسے مفلس اپنے پیسے کو دیکھتا ہے

آہ! میرے پیارے اگر کوئی انسان اس وقت میرے نفس کی گہرائیون مین اُتر سکتا اور میرے دلی جذبات وحسیات کی کیمیاوی تحلیل ممکن ہوتی تو وہ اناٹول فرنچ (Anatole France) کے اس مقولے کی پوری حقیقت معلوم کرسکتا کہ: "نفس ہی سرچشمۂ آلام ہے"

اس زبردست فلسفی نے جو کچھ کہا اس کی تائید مزید اُس شخص کے جواب مین جو تلاش کامیابی مین سرگردان تھا یہ کہکر کرتا ہے: اے شخص کامیابی ایک ایسا لفظ ہے جسے تو نہین پڑھ سکتا۔ کیونکہ اب تک یہ لفظ دنیا کی کسی زبان کے لغت مین نہین لکھا گیا، لہذا تو ایسی چیز کے پڑھنے کی زحمت نہ اُٹھا جو اب تک لکھا ہی نہین گیا ہے۔

× × ×

بھائی! تاریکی بہت بڑھ گئی ہے۔ اور مجھے اب یہ بھی نظر نہین آتا کہ مین نے لکھا کیا ہے۔ گرجون نے اپنی گھنٹیان بجائین، وہ اپنے فرزندون کو نماز کے لیے بلارہی ہین۔ میرے خیالات مین اب درہمی پیدا ہوگئی ہے۔ میں بھی اُٹھ کر

اپنے کمرے کی طرف جا رہا ہون، وہان ایسی نماز پڑھون گا جو کسی بشر نے کبھی نہ پڑھی ہوگی

مین اُن غریب و بدنصیب فرزندان انسانیت کی حالت زار پر روون گا جو اپنے زخمہاے دردن سے دردمندانہ کراہ رہے ہین

مین اپنے بدن کو ذرا راحت دون گا (بشرطے کہ سونے مین کچھ آرام بھی ملے جیسا کہ لوگ کہتے ہین) اُس ہولناک معرکے سے جس کی آگ میرے جسم اور میرے نفس مین خوب بھڑکی ہوئی ہے۔

میرے بھائی میرا یہ عذر قبول کرو۔ اور مجھے تم سے امید ہے کہ یہ جو کچھ مین نے تمھین لکھا ہے اسے سچائی پر محمول کروگے۔ کیونکہ یہ "ناسور" مین نے اپنی آنکھون سے دیکھا ہے اور اپنی اُنگلی اُس پر رکھی ہے۔

اب چاہے تمھین یقین آئے یا نہ آئے۔ والسلام

۳۹
وردۂ ناسکہ

تو کس قدر حسین ہے اے صبح! اور تم کتنی دل کشا ہو اے چھوٹی سی نہر پر جھکی ہوئی افسردہ کلیو، تم میرے سامنے وہ منظر پیش کرتی ہو جو میرے سینے میں رنج و غم کے حرفوں سے بنایا گیا ہے! اگر میں اُسے بھولتا ہوں تو تم پھر مجھے یاد دلا دیتی ہو۔ اس طرح "تصویر غم عبرت و یادگار کے لیے ہمیشہ پیش نظر رہتی ہے۔

× × ×

اس سے پہلے کہ چڑیاں اپنے آشیانوں سے نکلیں اور اس سے پہلے کہ چرواہے اپنے خواب راحت سے بیدار ہو کر جانوروں کو کسی سرسبز چراگاہ کی طرف لے جائیں، میں جنگل میں تھا۔ میں فطرت کی دعوت خاموش کو لبیک کہکر پونچ چکا تھا اور شاہ بلوط کے سایے میں بیٹھا ہوا تھا۔

اُس سنسان بیابان میں جسے بہت ہی کم لوگوں کے قدموں نے پامال کیا تھا۔ کیونکہ وہ شہر سے بہت دور ہے۔ میں نیچر سے عالم خیال میں خلوت آرا تھا۔ اور جو جو آلام مجھے پونہچے تھے اُن کی شکایت کر رہا تھا اور ان دنوں جس بُری حالت کو ہم پونہچ گئے ہیں اُس کو چپکے چپکے کہہ رہا تھا کہ نسیم سحر کے جھونکوں سے میری پریشانی میں کچھ کمی ہو گئی اور میرے دل کو جو غم و الم

پاش پاش کیے دیتے تھے، کلیون کی بھینی بھینی خوشبو نے اُن مین کچھ سکون سا پیدا کر دیا۔

اُسی پرانے شاہ بلوط کے قریب جس پر جنگلی چڑیان پناہ لیتی تھین اور جس کی شاخون پر بسیرا لینے کو آشیانے بناتی تھین، مین نے ایک چھوٹی سی جھونپڑی دیکھی جو سپید اروچنار کی شاخون سے بنی ہوئی تھی۔ اور ایک غم گین آواز سنی جو وہان سے نکل کر ایتھر کے ذرات مین مل جاتی ہے مین اُٹھ کر اُس طرف گیا تو دیکھا کہ ایک عورت ہے جس کے بالون سے آثار پیری نمایان ہین۔ وہ سبز گھاس پر بیٹھی ہوئی ہے، اور ایک میلے سے پتھر پر سر رکھے ہے۔ وہ آنکھون سے آنسو بہاتی اور زبان سے پر درد گیت گاتی جاتی ہے مجھے اس نے اپنی جھونپڑی کے دروازے پر کھڑا دیکھکر کچھ ایسی دلدوز نگاہ سے دیکھا جو تیر سے زیادہ تیز تھی۔ اور جھٹ اپنے پاکیزہ فرش سے اُٹھ کر کچھ اس آواز سے جس کے ہر ہر جزو مین رنج و غم کا ایک مدوجزر پنہان تھا، مجھ سے بولی:

تم کوئی بھی ہو۔ امیر ہو یا غریب، دولت مند ہو یا فقیر۔ مگر یہ کیا کم ہے کہ ایک انسان ہو۔ مین تمھین محبت کے نام کی قسم دیتی ہون کہ ان پاک مقامات سے چلے جاؤ اور اپنے قدمون سے ان کو ناپاک نہ کرو۔

مین دنیا سے بھاگی تھی کہ کسی آدمی کو نہ دیکھون تو کیا اب تم اس لیے آئے ہو کہ مجھے میرا گذرا ہوا زمانہ یاد دلاؤ؟..

مین تجھے ہر ایسی پیاری چیز کی قسم دیتی ہون جسے تو اے انسان جان سے زیادہ عزیز رکھتا ہے اور ان لطیف چیزون کا واسطہ دیتی ہون جو مشرق سے طلوع ہونے والے سورج کا خیر مقدم اپنے معصومانہ چہچہون اور لطیف نغمون سے کرتی ہین۔ اگر تم اُن لوگون مین سے ہو جو فطرت گویا کی بولی ننھی کلیون، اور چڑیون کی زبانی سمجھ لیتے ہین تو بہتر ہے کہ مجھے میری حالت پر چھوڑ دو اور انسانون کی آواز، ان خونخوار بھیڑیون، ان زہریلے بچھوون کی آواز، سننے سے بچاؤ، کیونکہ ان کی آوازون مین چھریان ہین جو میرے دل کے ٹکڑے ٹکڑے کیے دیتی ہین۔

آہ! اگر ان سب کو مار ڈالنا اور صفحۂ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹا دینا میرے امکان مین ہوتا تو مین ہرگز تاخیر نہ کرتی.. بس اب خدا کے لیے میرے پاس سے دور ہو جاؤ! یہان سے چلے جاؤ!

لیکن جب مین نے اُس سے گفتگو کی، جب مین نے اُس پر یہ ظاہر کیا کہ اگر مین خود شہر کے شور و غل سے بیزار نہ ہوتا اور انسانی بچھوون سے نفرت نہ رکھتا تو کیون اتنے سویرے فرشتۂ ہوا کی طرح اس جنگل مین آتا کہ فطرت خاموش کی باتین سنون اور اُن سے سبق لون۔ تب اس عورت نے مجھ سے کہا کہ اچھا آؤ مین تمھین ایسا سبق دون جو کبھی کسی آدمی نے نہ لیا ہوگا، وہ سبق مین نے آنسوون سے لیا ہے۔

ہم بیٹھ گئے۔ ناسکہ نے اپنے آنسو پونچھے جو اس کے رخساروں پر بہ رہے تھے اور یوں کہنے لگی:

مین چودہ سال کی عمر مین تھی، خواب زرین کے زمانہ مین، کہ تقدیر نے مجھے ایک امیر کے گھر مین پہنچا دیا یہ اس قسم کے دولت مندوں مین سے تھا جو رات دن مال و دولت جمع کرنے کی فکر مین رہتے ہین اور اگر خرچ بھی کرتے ہین تو محض اپنی کمینہ نفسانی خواہشون کی راہ مین لیکن غریبون اور محتاجون کو دینے مین نہایت بخل سے کام لیتے ہین۔

مجھے اس قسم کے جانورون مین سے ایک کے حوالے کر دیا جو اپنا پیٹ بھرنے کے سوا اور کچھ نہین جانتے اور اپنی خواہشین پوری کرنے کے سوا کوئی بات ضروری نہین سمجھتے۔ چنانچہ اُس نے میری طرف رغبت ظاہر کی اور مین اُس کی بیوی بنا دی گئی۔

اس نئے دور زندگی مین جو مسرتون اور شادمانیون سے بھرا ہوا تھا جو تخیلات شعری سے پُر تھا، ایک وقت مین نے خیال کیا کہ ریشمی لباس اور سونے کی انگوٹھی ہی شاید خوش نصیبی ہے جو میرے ماں باپ نے میری گردن مین لوہے کے طوق ڈال دیئے اور مجھکو ایسے مرد کے حوالے کر دیا ہے جس سے نہ مین محبت رکھتی ہون اور نہ میرے دلی جذبات کا اُس کی طرف کچھ رجحان ہے۔ میرا باپ میرے لیے محبت آمیز تبسم سے ہنستا اور خوش ہوتا رہا مگر

اس نے ایک اسیر رنج و محن کی فریاد پر کان نہ دھرے جو پکار پکار کر کہتی تھی:
"مجھے شراب محبت پلاؤ، وہی شراب جو میری (تشنگی بجھانے والی)
شراب ہے، مین پیاسی ہون"

بھائی! یہ سب کچھ ان لوگون نے کیا، محض اس لیے کہ میرا شوہر ایک دولت مند آدمی تھا اور یہ انسانی عادت ہے کہ اس جھوٹی دنیا مین دولتمندون کی پرستش کی جاتی ہے

انھون نے میرے اس ننھے سے دل پر ذرا ترس نہ کھایا جس مین سیکڑون آرزوئین اور جذبات نشو ونما پا رہے تھے۔

انھون نے یہ نہ سمجھا کہ سوئی ہوئی ہستی اگر خواب ناز سے بیدار ہوئی اور اس نے اپنا پامال ستم ہونا محسوس کیا تو وہ اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالے گی یا آزاد ہی ہو کر رہے گی۔ بلکہ وہ مجھے اس رئیس دولت مند کی حریر و دیبا کی خواب گاہ تک کھینچ کر لے گئے۔ اور میرے دل کی چیخ سننے سے انھون نے اپنے کان بہرے کر لیے۔

مین بیکار آنسو بہاتی رہی، میرے سامنے گانون کا کاہن (ملا) تھا آہ! وہ "سنگ دل ملا"، جب مین بیدار ہوئی اور مجھے معلوم ہوا کہ عورت کی زندگی محبت سے ہے، مال اور ریاست سے نہین ہے۔ اور مین نے دیکھا کہ میرے بازو پھڑپھڑاتے ہین اور مجھے لیکر آسمان حریت و محبت کی طرف اڑ

چاہتے ہین مگر وہ کانپنے لگتے ہین اور اپنی کمزوری و بے کسی کی وجہ سے ان بھاری بھاری بیڑیون کے قریب ہی مجھے گرا دیتے ہین جن مین اب مین گرفتار ہون؛ مین بیکار اس مُلا کو مالک زمین و آسمان کی قسم دیتی تھی کہ میرے اس بیاہ کا رشتہ توڑ دے۔

"اللہ نے جس کا جوڑا ملا دیا اُس کو انسان جدا نہین کر سکتا" یہ وہ فقرہ تھا جو مجھ سے ملا جواب مین کہتا تھا اور مجھے بار بار سناتا تھا۔

الفاظ بھی اچھے اور عبارت بھی سلیس ہے۔ یہ ادبی موتی مولوی صاحبان نے نثر کی لڑیون مین پروئے ہین! مگر خدا تیری پناہ اس شریر دنیا مین کتنے ایسے بے ہودہ رشتے ہین، ہم اللہ سے پناہ مانگتے ہین اور اُس کے انصاف سے کہ میرے رشتے کی طرح ایسے رشتے اُسی نے قائم کیے ہون؟

کتنی بار مولوی صاحب کا ہاتھ اُن دونون کے سرون پر برکت کا تاج رکھنے کے لیے اُٹھا جو باہم مانوس نہین ہوے تھے مگر وہ لعنت ہو کر پلٹ پڑا؟..

اس رشتہ کو متبرک اور مقدس بنانے کے لیے مولوی صاحب کا صرف ایسی دعا پڑھنا کافی نہین جو ہر انسان پڑھ سکتا ہے۔ بلکہ سینہ و دل کی گہرائیون مین ایک دعا ہے جو محبت پڑھتی ہے۔ وہی اس رشتے کو مقدس و بابرکت بنا سکتی ہے

کاش مین سمجھ سکتی کہ وہ کیا خوش نصیبی ہے جس کی ایسے مرد و عورت کے باہمی تعلقات سے امید کی جاتی ہے۔ جن کے دلون مین نہ فلک نے شعلۂ محبت

بھڑکایا ہے نہ خود اُن کی آنکھوں نے اُس آتشِ مقدس کے پاک و نورانی شعلوں کی زبان کو سمجھا

وہ مبارک باد کیا جو ایک مرد کو ایسی عورت کے ملنے پر دی جائے جو نہ اُسے چاہتی ہو نہ اُس سے دلچسپی رکھتی ہو؟

آہ! اگر اس دنیا میں عدل و انصاف ہوتا تو یقیناً ایسے ملاؤں کے ہاتھ کاٹ ڈالے جاتے جو برکت کا تاج ایسی لڑکی کے سر پر رکھنے کے لیے اُٹھتے ہیں جو ہنوز خوابِ طفلی سے بیدار نہیں ہوئی ہے۔

بے شک ایسا رشتۂ ازدواج توڑ دیا جاتا جس کی بنیاد دغا و فریب پر ہے۔

اور ضرور عورت کو اپنے لیے انتخابِ شوہر کی وہی آزادی دی جاتی جو آج مرد کو حاصل ہے۔

لیکن اے بھائی! میں ہوش سنبھالنے کے بعد اس عقد کی بھلائی برائی کو خوب جان لینے کے بعد بھی پیمانِ وفا نباہتی رہی اور میں نے بدعہدی نہ کی میں نے اپنی ہم نام "وردۂ ہانی" کی طرح نہیں کیا بلکہ پورے صبر سے کام لیا اور آنسو بہا بہا کر اپنے دل کو تسلی دیتی رہی.... جو اس حالت میں مجھ کو دیکھتا تھا۔ مجھ پر ہنستا تھا۔ اور یہ دل گداز جملہ بار بار دوہراتا تھا:

"عورت کا ہتھیار اُس کے آنسو ہیں"

معاف کرنا خدایا! یہ مخلوق جس کو تو نے اپنے ہاتھ سے بنایا ہے جس میں

تو نے اپنی روح پھونکی ہے، طرح طرح کی ذلت و رسوائی اس کو دی جاتی ہے
وہ اس مرد سے ایذائیں جھیلتی ہے جو اس کا آقا و سرتاج ہونے کا مدعی ہے۔
کیا تو نے اپنی کتاب میں مرد کو مخاطب کر کے یہ نہیں کہا کہ: عورت کو
اپنی جان کی طرح عزیز رکھ؟... کیا تو ہی وہ ذات نہیں جس نے ہم دونوں
کو مساوی اور برابر درجے کا بنایا پھر اب تو کیوں کر یہ جائز رکھتا ہے کہ میں تمام
عمر مصیبت و بدنصیبی میں کاٹوں؟!
یارب بے شک تیرے احکام میں گہرے راز ہیں، بے شک انسان کی
عقل اُن کے ادراک سے قاصر ہے!..
"وردہ ناسکہ" نے یہ کلمات نہایت پر درد آواز سے کہکر اپنے دونوں
کانپتے ہوئے ہاتھ اوپر کو اُٹھائے گویا عالم غیب میں کوئی چیز ہے جسے وہ پکڑنا
چاہتی ہے۔ پھر وردہ نے میری طرف دیکھا۔ اُس کی دونوں آنکھیں سرخ
ہو رہی تھیں، اور اُس کا چہرہ بہت ڈراونا ہو گیا تھا، وہ رو کر یوں کہنے لگی:
کاش اے بھائی! زمانہ مجھے یہ زہر کا پیالہ ایک ہی وقت پلا دینے پر
بس کرتا، نہیں بلکہ اس نے ایسے ایسے کئی جام پلائے۔ چنانچہ ایک
روز میں آتش دان کے پاس بیٹھی ہوئی شام کے اخبارات کا مطالعہ کر رہی
تھی کہ شاید میرے مصائب میں اس سے کچھ کمی ہو کہ اتنے میں میری نظر اس
تار برقی پر پڑی:

"بنک مین افسوس ناک ابتری اور روپیہ کی قلت ہوگئی ہے بہت سے
دولت مندون نے خودکشی کرلی، حالت نہایت خطرناک ہے"

میرے رنج والم کی آگ اور بھڑک اٹھی، میرے آلام نئے سرے تازہ ہوگئے، اور میری جان سی نکل گئی کیونکہ میرا شوہر بھی بنک مین کاروبار کرتا تھا اور غالباً اُس کا بھی کُل مال غارت ہوا۔ اب اُس کی گرہ مین ہمارے پیٹ بھرنے تک کو نہ بچا ہوگا۔ پھر اب مین کیونکر ان زخمون سے نجات پاسکتی ہون؟

میرے مولا! مجھے نیک ہدایت دے۔ میرا دل ان مصائب سے کمزور اور بودا ہوگیا ہے، اور اب مجھ مین صدمے اُٹھانے کی طاقت نہین رہی ہے، کیا میری بدقسمتی میرے لیے کافی نہ تھی کہ اب تو نے مجھے غریبی و محتاجی کی بلا مین بھی ڈال دیا؟

مین اپنے شوہر سے کیون کر ملون گی بلکہ اب وہ آئین گے بھی تو اُن کو دیکھنے کی کیونکر جرات کرسکون گی... میرے آقا مجھے راہ بتا!

اپنے کاروبار سے فراغت پاکر آنے کا جو وقت تھا وہ بھی گذر گیا اور اے بھائی! وہ اب تک نہین آئے تھے اس سے میرے خیالات مین اور ہیجان پیدا ہوگیا اور میرا دل نہایت فکر و تردد مین تھا

یا اللہ آخر اُن کو ایسا کیا صدمہ پونہچا، کیا انھون نے بھی خودکشی کرلی؟ یا کوئی اور آفت نازل ہوئی؟.. لیکن میرے ان خیالات اور حیرت کو زیادہ دیر

نہ گذری تھی کہ اتنے میں میں نے سنا کہ وہ زور زور سے دروازہ کھٹکھٹا رہے ہیں۔ وہ بڑبڑاتے اور عورتوں کو برا بھلا کہتے جاتے ہیں، اور شراب کی تیز بو دروازے کی درازوں سے اوڑ رہی ہے۔ میں نے اپنے جی میں کہا کہ یا اللہ خیر کرنا، یہ کون پاجی روح ہے، کیا یہ مجھے اس وجہ سے لعنت و ملامت کر رہے ہیں کہ میں پورے صبر کے ساتھ اُن کی جھڑکیاں اور سختیاں اُٹھاتی ہوں۔

پھر جھٹ اُٹھ کر میں نے اُن کے غصے کے ڈر سے دروازہ کھولا مگر اس سے پہلے کہ میں اُن سے کچھ کہوں لپک کر انھوں نے میرے منھ پر ایک طمانچہ مارا اور کہنے لگے :

کل سویرے تو امریکا چلی جا! وہاں گھاس کے گٹھے اُٹھانا، مزدوری کرنا اور جو کچھ میں نے تیرے لیے صرف کیا ہے وہ روپیہ کما کر بھیجنا۔ اس کے بعد تو آزاد ہے تجھے طلاق ہے کیونکہ تو میرے لیے منحوس ہے! مجھ کو اتنا نقصان ہوا کہ اپنا تمام روپیہ کھو بیٹھا، محض اس سبب سے کہ تو میرے گھر میں ہے

میں نے اپنی زبان سے کچھ نہ کہا، بلکہ اُن آنسوؤں سے جواب دیا جو میری آنکھوں سے بہ رہے تھے۔ اور میں چاہتی تھی کہ کاش، جو پستول وہ ہاتھ میں لیے ہوئے تھے اسی سے ابھی میرا کام تمام کر دیں گا اور مجھے اس زندگی سے نجات دیں . . . .

دوسرے روز آٹھ بجے صبح کو وہ جہاز جس پر میں سوار تھی دریائی سفر کو

یہ ہجرت طے کرتا سمندر کے عمق (گہرائی) کو چیرتا پھاڑتا امریکا کی طرف اُڑتے پھرتا چلا جاتا تھا گویا وہ ایک دل جلا عاشق ہے جسے اُس کی محبوبہ کا شوقِ زیارت اُڑائے لیے جاتا ہے۔

مجھے اپنے عزیزوں اور گھر والوں کو، اپنے وطن، اور وطن کے صاف شفاف آسمان کو چھوڑنا پڑا، اور میں جور و ستم سے بھاگ کر بلادِ حریت اور آزاد شہروں میں پہنچ گئی۔

میں اپنی خوش نوا چڑیوں سے اپنی خوش نما کلیوں سے جدا ہو گئی جو میرے آنسوؤں میں شرکت کیا کرتی تھیں، آہ میں کلمبس کی سرزمین میں ہجرت کر گئی کہ شاید ان دور دراز ملکوں میں آزادی کی بو باس پا سکوں اور اُن جابرانہ بندیوں سے نجات حاصل کر سکوں جو میرے کاندھوں کو اپنے بوجھ سے توڑے دیتے ہیں۔ میں جب کسی چڑیا کو غیر محدود فضا میں اُڑتے ہوئے دیکھتی تھی تو مجھے اس نعمت پر رشک آتا تھا جس سے یہ چڑیا بہرہ مند ہو رہی تھی۔ اور اپنی جنس کی لڑکیوں پر آنسو بہاتی تھی جن کے پاؤں ہنوز بھاری بھاری بیڑیوں کی قید میں تھے۔

اس سطحِ زمین پر اے میرے بھائی! جس قدر بھی غیر عاقل جانور ہیں سب آزادی کی زندگی بسر کرتے ہیں لیکن انسان نے اس آسمانی بخشش سے اپنے کو محروم کر لیا ہے اور اپنی خدائی باتوں کے لیے دنیاوی و زمینی قانون

وضع کر لیے ہیں۔

انھوں نے نور حقیقت کو دیکھا مگر بلند آواز سے کہہ کر اپنی آنکھوں پر وہم کے پردے ڈال لیے: یہ کیسی گہری تاریکی ہے؟ ... وہ حقیقت سے ہم دوش ہونے ہی کو تھے کہ پرجوش آواز میں یہ چلا کر دور ہٹ گئے: اے محبوبۂ سلیمان تو کہاں ہے؟

اگر کوئی شخص ان ظالمانہ انسانی قوانین کی جکڑبندیوں سے آزاد کرنے کھڑا بھی ہوا تو یہ کہنے لگے کہ: یہ "کافر منکر ہے اور تمھارا رب کافروں کو دوست نہیں رکھتا"۔ اور جب کوئی اُن سے اس خیال سے الگ ہو گیا کہ اس کا ضمیر ان کے اوہام باطلہ کے آگے سر تسلیم جھکانے سے انکار کرتا تھا تو سب نے اس غریب پر سرکشی کا الزام لگایا، اور پکار پکار کر یہ حکم لگانے لگے کہ: یہ دیوانہ ہے اسے پکڑ کر پاگل خانے میں لے چلو۔

یہ حالت ہے اس مریض مشرق کی جو اپنے تنزل کی بیماری سے کراہ رہا ہے اور رنج ہستی کا شکوہ سنج ہے۔

کیا تم مناسب سمجھتے ہو کہ ہم ہمیشہ کے لیے ان قوانین فاسدہ کے غلام بنے رہیں؟ ... کیا ہم اپنے دلی جذبات کو خاک میں دفن کرتے رہیں اور انھیں عرش فلک پر پہنچانے کی کبھی جرات نہ کریں؟ ...

اے آزادی تو ہمیں اپنی حسین روشنی سے کب منور کرے گی کہ ہم حق و صداقت

کو دیکھنے لگیں ؟... ہماری آنکھوں سے باطل پرستی اور وہمی عقائد کا پردہ کب اُٹھائے گی کہ ہم راہ راست پر آجائیں ؟... ہماری نگاہوں کو سورج کی طرف کب پھیرے گی کہ ہم خاک زمین سے ذرا بلند ہو سکیں گے ؟...

یہ خیالات تھے جو دیر تک میری زبان پر جاری رہے اے بھائی !

میں جہاز کی سطح پر منہ ڈالے پڑی ہوئی، بخار کی گرمی سے کراہ رہی تھی، اور امریکہ کے مسافروں کی سختیاں میری رفیق سفر تھیں، جب اس بکواس کی آواز ایتھر کے تموجات میں مل کر ان لفظوں کو دُہراتی تھی اور میرے بعض پڑوسیوں کے کانوں تک پہنچتی تھی تو وہ مجھ پر ہنستے، میرے منہ پر تھوکتے تھے، اور یا لفاظ دوہراتے تھے :

" یہ دیوانی ہے اللہ کی شان میں کفر کے کلمے بکتی ہے "

ہم مرسیلیا تک پہنچ گئے مگر ہنوز مرسیلیا کی ایک خوش نما خیالی تصویر کے سوا جو قوت واہمہ نے میرے سامنے کھڑی کر دی تھی، اور میں کچھ نہیں جانتی تھی، میرے جو ہم وطن ان ممالک میں رہتے تھے اُن میں کا ایک شخص میرے پاس آیا، یہ ایک دلال تھا اور مجھے ایک گاڑی کے پاس لے گیا جو بندرگاہ کی سڑک پر اسی کے انتظار میں کھڑی تھی - یہ دلال میرے ساتھ بڑے لطف و مہربانی سے پیش آیا اور میں نے خدا کا شکر ادا کیا کیونکہ یہ پہلی ہمدردی تھی جو ان شہروں میں میرے ساتھ کی گئی جہاں میں بھاگ کر آئی تھی - مگر جب ہماری گاڑی

لوگون کی نظرون سے کچھ دور ہوگئی تو مجھ سے وہ کہنے لگا: اپنا روپیہ پیسہ میرے حوالے کردو تاکہ مین چھپا کر رکھلون، مجھے خوف ہے کہ لوگ تم سے چھین لین گے۔ جب تم مانگوگی مین پیش کردونگا۔ لیکن جب اُس کو یہ معلوم ہوا کہ میرے پاس نہین ہے جو اس کے حوالے کرسکون تو بڑی بے دردی سے اُس نے مجھے گاڑی سے ڈھکیل دیا اور تنہا چھوڑکر چلتا ہوا کہ فضاء کے سایۂ رحمت مین سڑک پر خاک مین لوٹتی رہون۔

اُس تاریک سڑک پر اے بھائی! جہان کوڑا کرکٹ اور نجاست کے ڈھیر کے سوا اور کچھ نہ تھا اس وحشی نے مجھے ڈال دیا۔ کاش وہ مجھکو جہاز ہی پر پڑا رہنے دیتا! شاید مین وہان کوئی رفیق دل پاتی جو میرے حال زار پر ترس کھاکر میرے بوجھ کو ہلکا کرتا۔

اگر اب مین اُن سیکڑون مصیبتون کو دوہراؤن جو مجھے پیش آئی تھین تو سخت سے سخت پتھر بھی رونے لگے اور بے حس و منجمد مخلوق بھی کانپنے لگے۔ لیکن مین تم سے صرف اس قدر بیان کردینا کافی سمجھتی ہون کہ اگر ہم اہل مشرق کے دلون مین کوئی شریفانہ جذبہ ہوتا تو ہرگز اپنی عورتون کو یون نہ چھوڑتے کہ وہ ان ملکون مین جارہین جہان بدکاری کے سوا اور کچھ نہین۔

ان حسین کلیون کی قسم۔ مین نہین جانتی۔ کہ کیونکر ان کو تمدن و ترقی کے ملک اور تہذیب کی سرزمین کہتے ہین۔

بے شک جسے لوگ تمدن کے نام سے تعبیر کرتے ہیں وہ وہم باطل کے سوا کچھ نہیں، نور حقیقت کے سامنے اس کا وجود اس طرح فنا ہو جاتا ہے جس طرح تیز ہوا کے آگے دھواں۔ اور جسے یہ لوگ ترقی کہتے ہیں وہ پستی و گمنامی کے سوا کچھ نہیں؛

جو تمدن جائز رکھتا ہو کہ بچے سڑکوں پر جاڑے میں پڑے مرا کریں۔ اور عورت کو حکم دیتا ہو کہ اپنے یتیم بچوں کی پرورش کی خاطر وہ اپنی عصمت تھوڑے سے مال پر بیچ ڈالے اور لطف یہ کہ دولت مند دولت جمع کرنے اور اپنے صندوقوں کو بھرنے کے خیال سے ان کو روٹی اور پانی تک دینا گوارا نہ کریں وہ بیہودہ تمدن مکر و فریب کی بنیاد پر مبنی ہے!!

جو ترقی حکومتوں کو ظالمانہ ٹیکس اور قواعد نافذ کرنا بتاتی ہو جس کی بدولت قوم کے بچے جنگی طاقت کو بحال رکھنے کے لیے اپنی جانیں دینے پر مجبور ہوں وہ جھوٹی ترقی ہے!!

عورتیں بیوہ ہوں، بچے یتیم ہوں، خون ریزیاں ہوں، آہ و ریزیاں ہوں، یہ سب کچھ ہو اور وہ کہے جاتے ہیں:

"ہماری موجودہ تہذیب نہایت استوار بنیاد پر قائم ہے۔ خدا ہی سمجھے ان انسانی مظالم سے"

کاش مجھے بتایا جائے کہ کیا تمدن کی بنیاد غریب و امیر میں کوئی باہمی امتیاز برتنے اور قوی و ضعیف میں فرق سمجھنے پر قائم ہوتی ہے؟ اور کیا

خاموش و مطمئن قوموں میں محض کسی وزیر یا کسی مغنیہ کے اعزاز کی خاطر جنگ و فساد کی آگ بھڑکانے کی صورت ہی میں ترقی کی تکمیل ہوتی ہے۔

مجھے معاف کر اے فطرت! تو اپنے اُن فرزندوں پر غصہ نہ کرنا، جو اپنے مفلس بھائیوں کو ہلاک کر کے خود اپنی بربادی کا سامان کر رہے ہیں، آہ انھیں تمدن باطل نے اندھا کر دیا ہے اور انھیں اُن کی خواہشوں اور ہوس نے گمراہ کر رکھا ہے۔

وہ آج محض دولت کے نشے میں بدمست ہیں۔ وہ اپنے ضمیر کی آواز پہ کان نہیں دھرتے اور نہ صدائے حق کو کان لگا کر سنتے ہیں، لیکن جب وہ بیدار ہوں گے تو پھر اور بڑی مصیبت کا سامنا ہوگا۔

ان کو چھوڑ دو۔ کہ گہری نیند میں بے ہوش پڑے رہیں، پھر جب کبھی روشنی پھیلے گی، اور اُن کی خواب آلود آنکھوں کو حرکت دے گی تب وہ اپنے کیے پر پشیمان ہوں گے، اپنی کھوئی ہوئی دولت پر شرم و ندامت سے انگلیاں کاٹیں گے، اور جو کچھ پڑے گی جھیلیں گے۔

وہ آپ اپنی جانوں کا قصاص لیں گے۔ تو اے فطرت خاموش! اپنے غصے کی آگ اُن پر نہ برسا۔ مگر میں تجھکو تیرے خوش نوا طیور کی اور خوش سواد پرفضا سواحل کی، تیری حسین و جمیل کلیوں کی، اور دل آویز و دلکشا امیدوں کی قسم دیتی ہوں کہ اب اولاد مشرق کے جذبات کو جنبش میں لا، اور انھیں اُن کی

مصیبت سے نکال کیون کہ اُن کے قدم ڈگمگائے اور وہ تمدن فاسد کے عمیق غار مین گر پڑے ہین۔

اُن مین سے کچھ لوگون نے (حالانکہ وہ خود بے خبر ہین) ایک بدترین عادت اختیار کرلی ہے اور وہ عادت اُن کی طبیعتون مین جڑ پکڑ گئی ہے بلکہ ایسا ملکہ راسخہ بن گئی ہے جسکو "موت" کے سوا کوئی نہین چھوڑا سکتا۔ وہ عادت کیا ہے۔ عورتون کو یورپ کے شہرون مین طلب معاش اور دولت کمانے کے لیے بھیجنا، یہ طریقہ شریفانہ ہو یا غیر شریفانہ مگر وہ تو بستر کاہلی پر پڑے ہوئے قمار خانون اور شراب خانون مین اوقات گذار رہے ہین۔

ایک عورت اُن شہرون سے آتی ہے جو اپنے گھر کے تاریک گوشون کے سوا کچھ نہین جانتی، اس نے اپنے نشہ باز شوہر کے سوا کسی کو نہین دیکھا ہے، جو اس بے زبان پر سختیان کرتا رہتا ہے مگر وہ یہان (یورپ مین) آکر خوب ہی آزادی سے کھل کھیلتی ہے اور بے روک ٹوک جو چاہتی ہے کرتی ہے وہ بازاری عورتون کے ساتھ رہتی ہے کیونکہ اپنی جہالت اور مفلسی کی وجہ سے وہ معزز و شریف عورتون سے نہین مل جل سکتی، وہ فطری طور پر تمام مورین انھین (ادنے درجے) کے نقش قدم پر چلنے کے لیے مجبور ہے اور یہ اہل مشرق کے لیے ایک بڑی مصیبت ہے۔

وہ گھاس کے گٹھے اُٹھاتی ہے، اپنا پیٹ پالنے کے لیے جنگلون مین

ماری ماری پھرتی ہے، وہ ایسے کام کرتی ہے کہ جبین انسانی بھی شرم و خجالت سے عرق عرق ہو جاتی ہے، اور اس مین جو کچھ ذلت و عار ہے وہ ظاہر ہے۔

اور اگر بعض سمجھ دار لوگون کے دلون مین جذبۂ ہمدردی نے حرکت کی اور وہ آمادہ ہوے کہ اس عورت کو ناپاک و شرمناک افعال سے روکین تو وہ لڑنے پر چلا کر دوڑتی ہے اور کہتی ہے : کیا تم میری شخصی آزادی اور ذاتی استقلال کو چھینے لیتے ہو؟ مجھے میری حالت پر چھوڑ دو تمھین مجھ سے کیا مطلب؟ ہم اپنے گھر مین آزاد و مختار ہین تم اپنے گھر مین، تب یہ حضرات اپنا سا منھ لیکر جدھر سے آئے تھے اودھر ہی چلے جاتے ہین۔ اور اپنے وطن عزیز و فرزندان وطن کی حالت زار پر آٹھ آٹھ آنسو روتے ہین۔

اے بھائی! بارہا مین نے یورپ والون کو آپس مین چپکے چپکے یہ کہتے اور سرگوشی کرتے سنا ہے :

کیا مشرقی مرد کے لیے یہ شرم کی بات نہین ہے جس کی رگ دل خون مردمی سے جنبش کرتی ہے۔ وہ دیکھتا ہے کہ اُس کی بیوی یا بیٹی سڑکون پر گھانس کا گٹھا لادے پھرتی ہے۔ اور اب سوسائٹی کے لیے ایک عام مصیبت ہو گئی ہے؟

کیا اب بھی شام کے سپوت نہین شرماتے کہ اُن کے وطن کا صاف و پاک کپڑا ذلت و رسوائی کی آلودگیون سے ناپاک ہو رہا ہے؟ اور وہ اپنی یہ

حالت بنا لیتا ہے جس سے اس کی ذاتی عزت اور باپ دادا کی عزت خاک میں مل جاتی ہے، وہ عزت جو محنت اور مزدوری کرنے، رات دن کے سخت سے سخت کام کرنے کو اس سے اچھا سمجھتے تھے کہ اُن کے دامن آبرو میں داغ لگے، یا اُن کی ذاتی شرافت پر حرف آئے۔

کیا انھیں اپنے ایک شاعر کا یہ قول یاد نہیں ہے:

لَا تَسْقِنِی کَاسَ الْحَیَاۃِ بِذِلَّۃٍ   بَلْ فَاسْقِنِی بِالْعِزِّ کَاسَ الْحَنْظَلِ

"مجھ کو ذلت کے ساتھ جام حیات نہ پلاؤ۔ بلکہ عزت کے ساتھ پلاؤ چاہے وہ (کڑوا اندرائن) حنظل ہی کا جام ہو"

لیکن یہ کیونکر یاد رکھ سکتے ہیں۔ ان کے دل تو آپس کی لڑائی ہی سے فارغ نہیں ہیں، وہ کیونکر یہ سن سکتے ہیں۔ اُن کے کان تو بہرے ہو چکے ہیں۔

باوجود اس کے میں ان دور دراز شہروں کو چھوڑ کر انھیں کے پاس واپس چلی آئی۔ مجھ پر خزاں اور بہار کا سارا موسم گذر گیا۔ اور میں اسی جھونپڑی میں مقیم ہوں۔ کہ نہ میں کسی آدمی کو دیکھوں اور نہ کسی آدمی سے بات کروں۔

میں جنگل کے پھل پتیاں کھا لیتی ہوں۔ میں اپنی آنکھوں کے آنسو پی لیتی ہوں اور یہ کوشش کرتی ہوں کہ کسی انسان کو نہ دیکھوں۔ مگر تم کو ہاں تم کو قدرت نے بھیج دیا کہ میری بدنصیبی میری آنکھ سے جاتی رہی میری زندگی

کے گواہ رہو۔ یہ ہے میری داستان اے نوجوان!! اور یہ ہے میرا وہ سبق اے بھائی!

تمھارے سامنے میں نے اپنا دل چیر کر رکھ دیا ہے۔ تمھارے آگے میں نے اپنا کلیجہ نکال کر رکھ دیا ہے، تم نے اس کے زخمہائے پنہاں خود دیکھ لیے اب تمھارا جی چاہے تو لوگوں کو اتنا بتا دینا کہ: وردہ نامی بدکار عورت نہیں ہے!

× × ×

جب معزز خاتون وردہ نے اپنا سلسلۂ کلام ختم کیا تو وہ اٹھ کر میں کھڑا ہو گیا اور بغیر کچھ کہے اپنے دلی تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے اُس سے رخصت ہوا

. . . .

۵۹

سوسائٹی کی شہید

اوداس اور غمگین چہرہ، سرنگون پلکین، پرنم و اشک ریز آنکھین، چاک پیرہن، اور ہاتھ بندھے ہوئے ایک ناتوان ہستی ہے جسے کوتوالی کا سپاہی بے دردی کے ساتھ کوڑے مارتا ہوا لے جا رہا ہے اور لڑکے اُس غریب و بدنصیب کو پتھر مار رہے ہین - وہ گھری گھری سانسین بھر کے، اور سسکیان لے لے کر روتی ہے،

وہ چیختی چلاتی ہے، وہ فریاد وزاری کرتی ہے، واویلا مچاتی ہے، مگر کوڑے ہین کہ برابر پڑ رہے ہین، اور ڈھیلے ہین کہ لگاتار برس رہے ہین، گویا اُن کے دلون سے رحم ناپید ہو گیا ہے - یا ان کے دل پتھر ہو گئے ہین جو ذرا نہین پسیجتے، ذرا متاثر نہین ہوتے - یا ان کی مان بہنین نہین ہین جن کی طرف سے کچھ خوف ہو کہ خدانخواستہ وہ بھی ایک دن اسی حالت کو نہ پہنچ جائین۔

یہ وہی غریب لڑکی ہے جسے مین نے اُس وقت دیکھا تھا، جب کثرت کار سے تھک کر ذرا اپنا دل بہلانے کے لیے ایک خاموش سڑک کی طرف نکل گیا تھا -

اس پرآشوب منظر نے مجھ مین ایک تاثیر شدید بھر دی یہان تک کہ

بے اختیار مجھے رولا دیا۔ مین آگے بڑھا اور ذرا غور سے دیکھ کر اس مظلومہ کو پہچان لیا۔

ہان مین نے پہچان لیا۔ یہ وہی گاؤن والی پاک طینت و سادہ دل دوشیزہ ہے جو پُر فضا وادی مین مویشی چرایا کرتی تھی۔

مین نے پہچان لیا یہ وہی غزالہ رعنا ہے جو مجھے زیتون اور بیل کی ٹہنیان اپنی جھونپڑی بنانے کے لیے لا لا کے دیتی تھی، جبکہ مین دنیا کے شور و غل سے بھاگ کر ایک دامن کوہ مین پناہ گزین ہونے والا تھا۔

لیکن افسوس، جس حال مین پہلے دیکھا تھا آج اس کے خلاف دیکھتا ہون اس کو مین نے ایک زمانے مین شگفتہ رو خندہ لب دیکھا تھا آج یہ کیون دل شکستہ و مصیبت زدہ نظر آرہی ہے ؟

مین نے اُسے معصوم و نیک طینت دیکھا تھا آج میری آنکھین یہ کیا دیکھ رہی ہین کہ ایک کوتوالی کا سپاہی اس کو ایک مجرمہ کی طرح گھسیٹتا ہوا لیے جاتا ہے ؟

مین نے اس کو دیکھا تھا کہ وہ نازک کلیون کے سوا اور کچھ ہاتھون سے نہین اٹھاتی تھی پھر آج اس کے ہاتھون مین کلیون کی جگہ آہنی زنجیرین کیونکر دیکھ رہا ہون ؟ . . .

غالبًا اس کو خونخوار انسانی درندون نے دبوچ لیا۔ اور انسانی خون آشام

دانتون نے اس کے دل مین اُتر کر اپنا کام کیا، اور اس کی زندگی کا لہو چوس کر ظالمون نے چھوڑ دیا کہ اب وہ صدمہ و الم سے کراہتی ہے، روتی ہے، فریاد کرتی ہے، مگر اُس کے گرم آنسوون کے سوا نہ کوئی فریاد رس ہے، اور نہ مددگار۔

اُس کے دل مین ایک زخم پڑ گیا تھا اس سے بری بدبو پیدا ہوئی اس کے باپ کو نفرت ہو گئی، اس کی مان بہنون کو بھی اس کے پاس سے الگ بیٹھنے پر مجبور کیا، کیون کہ "وہ اس کی بیماری متعدی سمجھی گئی" آخر سارے خاندان نے اُسے چھوڑ دیا، جب اُس نے دیکھا کہ قریب کے عزیزون نے اس بیمار ناتوان کو اس طرح جدا کر دیا ہے جس طرح پھل سے گٹھلی نکال کر پھینک دی جاتی ہے تو وہ بے کس و تنہا رہ گئی اور ذلت و حقارت سے دیکھی جانے لگی، کاش یہ سنگ دل مسٹر ہیجو کا یہ قول یاد رکھتے جو وہ ایک بدنصیب انسان کی تعزیت و تسلی کرتے ہوئے کہتا ہے: "اے مرد! (ہم سب اس خطاب مرد کے ذیل مین ہین) کبھی اس عورت کو ذلیل نہ کر جو بدچلن ہو گئی ہے تو نہین جانتا کہ کس بھاری بوجھ کے نیچے دب کر وہ مجبور ہوئی ہے" ضرورت ہے کہ اُس کی حالت پر رحم کیا جائے اور اس کے زخم پر مرہم کا پھاہا رکھا جائے اگر نہ [illegible] ہم جو اُس کی جراحت پنہان کے لیے نمکدان ثابت ہو۔

اس مجروحہ کو دو دن ہوئے ہین کہ دیوانہ وار جنگل کی طرف چلی گئی تھی اور ماری ماری پھر رہی تھی، وہ خود نہین جانتی تھی کہ کیون اور کہان جا رہی ہے؟

اس کی دونوں آنکھوں میں روشنی کی جگہ اندھیرا چھایا تھا اور آدمی اُس کی نظر میں وحشی درندے تھے جو اس پر حملہ کرنا اور پھاڑ کھانا چاہتے تھے۔

بھوک نے اپنے تیز دانتوں سے اُس کو چبا ڈالا۔ پیاس نے اپنے تیروں کا اُسے نشانہ بنایا تب وہ شہر کی طرف نکل آئی، اس دہکتی ہوئی آگ کے آہنی آتشدان کی طرف، وہاں جہاں پاک بازی مٹادی جاتی ہے اور بدکاری عزت پاتی ہے۔ وہ سڑکوں پر اپنا پیٹ بھرنے کو مانگنے کے لیے اور اپنی بھوک پیاس کی آگ بجھانے کے لیے پھرنے لگی! کاش مجھے معلوم ہوتا کہ اب وہ اپنا پیٹ بھرنے کی کیا تدبیر کرے گی وہ کیونکر اور کہاں سے کھائے پیے گی؟ اسے ہر بیگانہ و بیگانہ نے گھرک دیا تھا، اُسے ہر دوست دشمن نے جھڑک دیا تھا،

وہ چلی مگر نا امیدی اس کے آگے آگے تھی۔ آخر تھوڑی ہی دور چل کر بھوک کی شدت اور تھکن نے آگے نہ بڑھنے دیا۔ اور اس کے جسم کی ساری طاقت سلب کرلی۔ وہ زمین پر گر پڑی اور گرم گرم سانسیں لے لے کر دردمندانہ آواز میں رونے اور کراہنے لگی۔

اس نے راہ گیروں کے آگے خیرات مانگنے کو اپنا خالی ہاتھ پھیلایا وہ اُن کو خدا کی، آسمان و زمین کی، اور ہر عزیز پیارے کی قسم دیتی ہے وہ عاجزی کے ساتھ گڑگڑاتی ہے کہ مجھے کچھ کھانے کو دیں، لیکن اُس کی یہ سب گریہ وزاری بے سود تھی کیونکہ اس کی آواز سننے سے کان بہرے ہو چکے تھے اس انسانی

دیوی کو خاک پر پڑی ہوئی دیکھنے سے آنکھیں اندھی ہو چکی تھیں۔
جس طرح اس عالم وجود میں ہر ایک اپنا حق عاجزی وزاری کے ساتھ مانگتا ہے اسی طرح اس عورت کا معدہ بھی برابر اپنا حق مانگ رہا تھا آخر مایوس ہو کر اس نے اپنی مالکہ کو چوری پر آمادہ کیا۔۔۔

یہ وہی پاک طینت دوشیزہ ہے جو دوسروں کے حقوق کی عزت کرتی تھی۔ آج خود ہی ان پاک حقوق کو پامال کر رہی ہے لیکن یہ قصور اس کا قصور نہیں ہے۔
اتنے میں ایک پولیس کا سپاہی آیا اس نے اس درماندہ لڑکی کو چراتے ہوے دیکھ لیا وہ اس کو پکڑ کر قید خانے لے چلا ہے، اس تنگ و تاریک مکان میں جہاں چور اور ڈاکو رہتے ہیں۔ وہ بد نصیب طرح طرح کی اذیتیں اور ذلتیں اٹھائے گی۔ لیکن انصاف یہ ہے کہ یہ قصور اس کا نہیں ہے۔۔ قصور ہے اس خونخوار وحشی مرد کا جس نے اس کی عصمت کا خون اس کے دل سے چوس کر مصیبتیں اور ذلتیں اٹھانے کے لیے چھوڑ دیا۔

× × ×

یہ نمونہ ہے اُس عورت کا جس نے اپنی پاک بازی کو کھو دیا اور۔۔۔ ہو گئی۔
وہ اب ہیوگو کے اس قول کی مصداق ہے: وہ شبنم کی ایک شفاف بوند ہے جسے نورانی صبح نے ایک جلد کھلنے والی کلی کی نازک پنکھڑی پر آویزاں کیا تھا کہ نسیم مکر و فریب کے جھونکے نے اسے بے دردی سے نیچے گرا دیا۔

جہان وہ بوند خاک مین مل کر کیچڑ کی ایسی ذلیل ہو گئی۔

وہ نور کی طرح جگمگا کر اور اپنی نظر فریب تابش جمال دکھا کر ایک گھرے گڑھے مین گر گئی - لیکن نہین اسے جلد باز تو نے بہت عجلت سے کام لیا اس بوند کو تو نورانی آفتاب کی ایک شعاع کافی تھی وہ اس ناچیز بوند کو بخار بنا کر اوڑا لے جاتی اور پھر بھی بوند دوبارہ اُسی آب و تاب اُسی رونق سے جلوہ آرائے بہار ہوتی - اس دوشیزہ مجروح وحزین دل کے لیے پاک اور نور محبت کی ایک شعاع کافی تھی وہ شعاع پھر اس گری ہوئی حالت سے اُسی جمال و شگفتگی پر لا سکتی تھی - اس کو ایک نگاہ لطف و کرم کافی تھی - وہ اس کو دور گذشتہ یاد دلاتی تو وہ ضرور پھر اپنی اصلی حالت پر آجاتی۔

× × ×

کاش ہم اپنی نگاہ اُٹھا کر ترقی یافتہ ممالک کو دیکھین اور ابنائے مغرب کے حالات پر ذرا غور کرین تو ہم کو ان مین بہت ایسے لوگ ملین گے جو اپنی جانون کو مذہبی خدمات کے لیے وقف کر دیتے ہین اپنی بڑی بڑی راتین جاگ کر ایسی سوسائٹیان اور انجمنین بنانیکے لیئے گذار دیتے ہین جو بدچلن اور پست حال عورتون کو ذلت سے نکالنے کی کوشش کرتی ہین۔

کاش مجھے معلوم ہوتا کہ اس مقصد سے بڑھ کر اور کون سا شریف مقصد ہو سکتا ہے کہ انسان ایک ناتوان ہستی کے لیے دلی ہمدردی کا اظہار کرے

کہاں ہیں اِن ملکوں میں حقیقی بیداری پھیلانے والے؟ اور کہاں ہیں وہ رقیق دل والے جو ایک ایسی انجمن قائم کرنے کے لیے اوٹھ کھڑے ہوں جس کی غایت ہو شکستہ دلوں کو اُبھارنا، غریبوں محتاجوں کے ساتھ ہمدردی کرنا، اور ان کو سوسائیٹی کے قابل بنانا۔

اے قوم! ہمیں ایسی انجمن کی ضرورت ہے۔ جو غریبوں کو صبر کی، اور اہل ثروت کو ہم دردی کی تعلیم دے۔ ہمیں کچھ ایسے دل درکار ہیں جو ایک تنگ دست کی مصیبت میں، اور ایک ستم رسیدہ کے غم میں شرکت کریں۔ پس کام کرنے کے لیے اُٹھ کھڑے ہو اور جس بیداری کا خواب ہم مدت سے دیکھ رہے ہیں اب وہ ہمیں آنکھوں سے دکھا دو اور اپنے کیے کی جزا پاؤ۔

پژمردہ کلی

میرے دل مین کچھ ایسے خیالات پیدا ہوے کہ جنھون نے میری عقل اور میرے افکار کی رفتار کو پریشان کر دیا، تو مین منظر خاموش کی طرف نکل گیا کہ اپنے دل کے اون مخفی رازون کو فطرت سے بیان کرون جو میرے دل مین چٹکیان لے رہے ہین۔ اور اُس سے مشورہ لون، شاید وہ میرے رنج و غم کو بٹائے اور میری اضطرابی کو دور کرے۔ چنانچہ مجھ کو اوس خوش سواد مقام کا منظر بہت دل کش معلوم ہوا۔ اور موسم بہار کی کلیون کی بھینی بھینی خوشبو نے مجھے مست و مدہوش کر دیا۔ تب مین ایک چھوٹے سے ٹیلے سے ٹک کر بیٹھ گیا جس پر قدرت نے دیبائی فرش بچھا دیا تھا۔ گویا یہ دیبائی بستر ہم ایسے شہر کے شور و غل، اور کش مکش دنیا سے بیزار اور تھکے ماندون کی راحت رسانی کے لیے تیار کیا تھا۔ مین ان پاکیزہ مناظر پر غور کرنے لگا کہ اگر ان کو آدمی اپنے کاروبار مین رہنما بنائے تو ضرور اُن سے ایسے فوائد حاصل کر سکتا ہے جو سیکڑون اُستادون سے برسون مین بھی حاصل نہین کر سکتا۔

شاخون کے جھولنے مین، پتون کے کھڑکھڑانے مین، درختون کے ہلنے مین ایک سبق ہے!

نسیم سیر کرتی ہوئی پہاڑی کی بلندیون پرسے خراماں خراماں چلی۔ اُس نے میری زندگی کا کچھ حصہ دوہرا دیا اور میرے نفس کو جو دنیا کی خستگیون سے چور چور ہو رہا تھا۔ حیاتِ تازہ بخشی، مین نے باری تعالے کے اس احسان عظیم کا شکریہ ادا کیا اور جو کچھ سکون و راحت مین نے پائی تھی اوس کے لیے قدرت کاملہ کا بہت ممنون ہوا۔ پھر اس جگہ سے اُٹھکر درختون مین ٹہلنے لگا۔ اور اُن روشن مخلوقات کی دل آویزی و بوالعجبی پر تعجب کرنے لگا، جو انسانی عقلون پر قبضہ کیے لیتے تھے، اور دلون کو اپنا اسیر بنائے لیتے تھے۔ کہ اتنے مین ایک پراثر منظر نے مجھ کو ٹھیرا دیا۔ میرا دل مجروح ہوگیا اور پھر میری جان حزین کے لیے آلام و صدمات تازہ ہوگئے۔

مین نے ایک حسین کلی کو دیکھا کہ زرد ہو رہی ہے، اور اس کی پنکھڑیان بکھر رہی ہین۔ اور بہ نسبت زندگی کے موت سے زیادہ قریب ہے۔ کیونکہ چھوٹی سی نہر کے پانی سے دور اور دھوپ کے گرم تھپیڑون سے دوچار ہے۔

یہ منظر دیکھکر مین اس چھوٹی سی کلی کی حیات بے ثبات پر رونے لگا۔

پھر مین نے نہر کی طرف نظر کی تو دیکھا کہ ایک چنار کا درخت ہے جس کی تر و تازہ شاخین اور سرسبز پتے نسیم خوش گوار کے ساتھ اٹھکھیلیان کر رہے ہین۔ شاخین باوجود عظمت و وقار کے لچک لچک جاتی ہین، پتے جھک جھک پڑتے ہین، اسکی ایک ٹہنی پر بیٹھی ہوئی ایک خوش آواز چڑیا نغمہ ریز ہے شاخین

کھل کھلا کر ہنس پڑتی ہین۔ گویا یہ کلی کی زرد روئی پر مذاق اُڑا رہی ہین۔
اس چنار کو دیکھ کر مجھے رشک آیا کہ کس لطف سے بہار زندگی لوٹ رہا ہے مگر اُس کلی اور چنار کے درخت مین باہم شگفتگی و رونق اور خوش نصیبی و بدنصیبی کے لحاظ سے بڑا فرق ہے۔ آخر یہ بات کیا ہے کہ درخت حیات تازہ پاتا ہے۔ اور کلی مری (کھلائی) جاتی ہے ؟

یہ سوال تھا جو مین نے اپنے جی سے کیا، پھر مین بھی عالم خیال مین چلا گیا اور یہ کہتے ہوے فطرت کو اپنی طرف مخاطب کیا:

تو بے انصاف ہے اے فطرت! کیونکہ تو اس کلی کی جان پر ترس نہین کھاتی، تو نے اسے نہر کے پانی سے دور کر رکھا ہے کہ وہ بھوکی پیاسی مرا کرے۔
اور بے درد ہے تو اے زمانے کیونکہ تجھے "ملکہ زہور"، کلیون کی شاہزادی، کے حسن و جمال پر رحم نہ آیا تو نے اس کی جان لی اور اس کو اپنے آہنی قدمون سے روند ڈالا۔

تو ستم رسیدہ اور مظلوم ہے اے کلی! اس واسطے کہ زمانہ حیات مین جان دے رہی ہے اور شادابی بہار کے دنون مین تیری پنکھڑیان کملا رہی ہین۔
تو نے شبنم کے آگے دست سوال پھیلایا مگر نسیم نے تجھے آب حیات کے چند قطرے دینے مین بخل سے کام لیا اور باغبان تجھ کو اپنی چھوٹی سی نہر کا پانی پلانا بھول گیا .... بس تیرے لیے یاس ہی یاس ہے۔ آہ تو کس قدر

مصیبت زدہ اور تیری زندگی کس قدر بدنصیب ہے اے کلی! کاش اے بے زبان جان دینے والی کلی! تو اس سرزمین میں اپنے سرمایۂ حیات سے دور نہ اُگی ہوتی۔ بلکہ کیا اچھا ہوتا اگر عالم فنا ہی میں رہتی!

تو اے فطرت، اس نازک مخلوق، اس پاکیزہ کلی پر کیوں ستم ڈھاتی ہے اور اسے زندگی سے کیوں مایوس رکھنا چاہتی ہے۔ کیا یہ ستم نہیں ہے کہ وہ پژمردہ ہو رہی ہو، اور پھر اپنے عالم بہار میں؟..

اے فطرت! اے قدرت! تو اس غنچہ لطیف کو باقی دینے میں کیوں بخل سے کام لیتی ہے اور چنار کے درخت کو باقی دینے میں کیوں دریا دلی دکھاتی ہے؟

تو کس طرح جائز رکھتی ہے کہ ایک چند روزہ مہمان ایک "نکتہ وداع" پژمردہ اور خشک ہوا کرے حالانکہ وہ اس لائق ہے کہ جیے اور زندہ رہے تاکہ اس کی پاکیزہ خوشبو پھیلے۔ آہ تو کس قدر سنگ دل ہے۔

* * *

یہ کلی کنایہ ہے اُس پاک دل دوشیزہ سے جو اخلاق اور نیک صفات کے زیور سے آراستہ ہے۔

یہ وہ دوشیزہ ہے جسے جمال فطرت نے کمال محاسن سے سنوارا ہے اور فطری دل کشی کی تمام خوبیوں سے اس کے حسن و زینت کو دوبالا کر دیا ہے۔

لیکن وہ ہائے افسوس صد افسوس ... فقیر ہے۔ محتاج ہے۔ زمانے نے
اُسے دولت مند بنانے مین بخل سے کام لیا ..

اللہ اکبر۔ کس قدر تلخ ہین تیرے احکام اے دورِ جاہ و مال! بلکہ کس قدر
بے رحم ہین وہ نوجوان جو تیرے فریفتہ ہوے اور تیری محبت کا دم بھرتے ہین۔
سچ تو یہ ہے کہ ان کی آنکھین اندھی اور ان کی مصیبتین عام ہوگئی ہین۔
بہت سی کلیان ہین جو اس کلی کی طرح کھلا کر فنا ہو جاتی ہین۔ صرف
اس لیے کہ وہ نہر سے دور ہوتی ہین۔ اور بہت سے درخت اس چنار
کی طرح جی جاتے ہین اگرچہ وہ دل کشی سے خالی ہوتے ہین۔ محض اس لیے
کہ پانی اُن کی آغوش مین کھیلتا رہتا ہے

× × ×

مین اسی حال مین تھا، کبھی تو فطرت کو سرزنش اور کبھی نرمی کرتا تھا
کہ گرجے کی گھنٹی نے میرے کانون مین پہنچ کر غفلت و خود فراموشی سے چونکا دیا
اور مین شہر کی طرف پلٹ پڑا مگر اس طرح کہ اس ننھی کلی کی زندگی پر آٹھ آٹھ آنسو
روتا جاتا تھا ...

بستر نزع پر

رات کا سناٹا چھا گیا ہے، چراغ خاموش ہو چکے، اور گانوں والے دن میں اپنے مواشی کو سیراب کر کے اب مصروف خواب ہیں؛ تاریکی تمام عالم پر چھا گئی ہے، یہاں تک کہ اگر دور کے کسی مکان کے روشندان سے دھندلی دھندلی روشنی نہ نکل رہی ہوتی تو دیکھنے والے کو یہ خیال ہو سکتا تھا کہ نہ اس گانوں میں زندگی ہے اور نہ کوئی مکان۔

یہیں وادی کے کنارے، لوگوں سے دور، نازنین مارگریٹ رہتی ہے۔ یہ وہ ہی دوشیزہ ہے جس نے شہر والوں کی عقلوں کو اپنا اسیر جمال بنا رکھا تھا اور اپنے حسن اخلاق کی کمند میں گرفتار کر لیا اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ یہ دنیا کی الجھنوں سے بھاگ کر ایک بیماری کے سبب جس نے اس کے سینے میں درد و کرب بھر دیا تھا۔ اس گانوں میں رہنے لگی ہے۔

رات کے اس پر ہیبت عالم میں سے تیز بخار آیا جو شدت گرمی سے اس کے پاک و نازک دل کو گھبرائے دیتا تھا۔ اس نے اپنے کانپتے ہوئے ہاتھ میں قلم لیا اور یوں لکھنا شروع کیا:

"پیارے جمیل!

"مین تمھین خط لکھ رہی ہون، مگر اس حال مین کہ بستر نزع پر پڑی ہون اور تم مجھ سے دور ہو، اب مین وہ تری محسوس کر رہی ہون جس کی ان ویران مقامات مین خوگر نہ تھی۔ اور مین اس درد سے بہت بے چین ہون جو میرے دل مین تم نے اپنی جدائی سے پیدا کر دیا ہے۔

اے جمیل! تم نے مجھے اس وقت چھوڑا ہے جب مین تمھاری نہایت محتاج تھی تم نے مجھ سے اس وقت کنارہ کیا اے میرے پیارے! جب تم ہی میری امید اور تم ہی میری آرزو تھے آہ تمھاری جدائی مین میری ہر تمنا پر اوس پڑ گئی ہے۔

اب مین اے جمیل! "آستانۂ ابدیت" (فنا) پر کھڑی ہون، مین اپنے اندرونی زخمون سے چور ہو رہی ہون، اور موت کے فرشتون کو دیکھتی ہون کہ میری روح کو غیر محدود فضا مین لے جانے کے لیے آمادہ ہین۔

"تھوڑی دیر کے بعد اے میرے پیارے مجھے لوگ قبر کی طرف اٹھا کر لے جائین گے اور میرے جسم زار پر خاک ڈال دین گے۔

"تھوڑی دیر کے بعد اے میرے پیارے! تمھاری مارگریٹ ایک بے حس و حرکت لاش ہوگی۔ اور جس وقت تم کو یہ خط ملیگا وہ عدالت کے سامنے کھڑی ہوئی جور و استبداد کا شکوہ کر رہی ہوگی۔

اے میرے پیارے! میرا بخار بہت تیز ہو گیا ہے جس نے میرے جسم کو

گھلا ڈالا ہے، اور مین بہت دبلی اور زرد ہو گئی ہون۔ سایہ کی طرح جھک گئی ہون اسی سبب سے مجھے یقین ہے کہ میری جان میرے جسم سے جدا ہونے ہی والی ہے، مین جلد آنے والی موت کا اب بالکل یقین رکھتی ہون۔

تم میری جوانی پر نہ رونا اے جمیل! ... تم میری بہار شباب پر نہ رونا! ... تم اُن حاصل زندگی گھڑیون پر نہ رونا جو متصل ہم نے تم نے سپیدار اور چنار کے درختون کے سایے مین گذاری ہین! ... تم اس دوشیزہ پر نہ رونا جو بیجا رسوم اور باطل عقائد کے مظالم کی شہید ہو کر مر رہی ہو — کیونکہ مین اس شریر دنیا سے جدا ہونے پر بہت مسرور ہون جو بدعہدی اور ریاکاری سے بھری ہوئی ہے مین اس دنیا مین ایک چیز کے سوا اور کچھ نہین چاہتی، وہ یہ کہ تم کو مین دیکھ لون اور تمھاری حسین و جمیل آنکھون کی زیارت سے لطف اندوز ہون۔

مگر مین مجبور ہون کیون کہ اب میرا جلد کام تمام ہوا جاتا ہے اور تم مجھ سے دور ہو — اس سے پہلے کہ مین تم کو اپنے پاس بیٹھا دیکھون۔ میری سانسین ہمیشہ کے لیے فنا ہو جائین گی۔ خدا ہی سمجھے کس قدر ظالم ہے تو اے دنیا! اور کس قدر سخت و سنگین ہین تیرے احکام! برا ہو تیرا اے بشریت تو حق و انصاف کے مشاہدے سے کیسی اندھی ہو گئی ہے ...

میرے پیارے جمیل!

مین نے اپنے گھر اور گھر والون کو چھوڑا، اور بھاگ کر ان بستان ہائے زیتون مین

آئی، کیون ؟ صرف تمھارے لیے۔

مین نے بہت ایذائین جھیلین اور ہاے آج مین درِ فنا کے سامنے کھڑی ہون صرف تمھاری وجہ سے،

مین نے زندگی پر موت کو ترجیح دی۔ اور محض تمھارے لیے اپنے باپ کی خفگیان اُٹھائین۔ پھر بھی کیا تم مجھ سے ہمیشہ دور ہی رہوگے ؟ ... !

جب بہار آئے گی اور کلیان چٹکین گی، تب بھی کیا تم مجھ بے کس کی تربت پر آکر دو پھول نہ چڑھاؤگے ؟

آہ اے جمیل! یہی گھڑی کس قدر اچھی ہوتی اگر تم میرے پاس ہوتے۔ اور یہی چند منٹ کتنے پر لطف ہوتے اگر مین تم کو دیکھ رہی ہوتی۔

اب مین نے انسان کی حقیقت پہچانی، اور زندگی کے سربستہ راز پالیے۔ زور کے ساتھ کہہ سکتی ہون کہ عمر ایک خواب ہے اور جو قانون آدم کی اولاد بناتی ہے وہ محض وہم سرتاپا وہم ہے۔

آج میرے سامنے اُن ناپاک اور شرمناک جرائم کی تصویر ایک پیکر بن کر کھڑی ہے۔ جن کا ارتکاب انسان اس خیال سے کرتا ہے کہ وہ ایک مدافعانہ قوت ہے، جو شرافت کی طرف سے کام مین لائی گئی۔ اب مین جان گئی کہ زندگی اور شرافت بغیر سچی محبت کے کچھ نہین ...

اے جمیل میری سنو! اور جو کچھ مین لکھتی ہون اسے سوچ سمجھ کے پڑھو

کیونکہ اس دنیا سے رخصت ہونے سے پہلے تمھین میری یہ آخری وصیت ہے
تم مجھ سے اے میرے پیارے! صرف یہ یقین کرکے جدا ہو گئے کہ مین نے تمھارے ساتھ بدعہدی کی، اور تمھارے سوا کسی اور سے محبت کی۔ تمھاری قسم اور تمھارے نرم دل کی قسم۔ اگر ذرا بھی غور سے کام لیتے تو سمجھ جاتے کہ مین ہمیشہ صرف تم ہی کو چاہتی رہی ہون اور میرے تمام جذبات صرف تمھارے ہی فریفتہ رہے ہین۔

تم میرے دل سے اے جمیل! دور ہو گئے، صرف اس سبب سے کہ حاسدون نے تم سے میری چغلیان کھائین، اور ایسی باتین کہین جن مین کوئی اصلیت کا شائبہ تک نہ تھا، تم نے ان کی باتون پر کان دھرے اور یہ نہ سمجھے کہ جن باتون کا مجھے عیب لگایا جاتا ہے مین اُن سب سے بری ہون اور میرا دامن ان آلودگیون سے پاک ہے بلکہ مین تمھاری محبت کی دیوی پر اپنی جان قربان کر چکی ہون۔

سنو میرے پیارے . . .

کیا تمھین وہ دن یاد نہین جس دن تم نے مجھے روشن دانون سے دیکھا تھا کہ آنسو پونچھتی جاتی تھی " سسکیان لے لے کر اپنے دل کی گہرائیون سے روتی جاتی تھی، لگانے بجھانے والون نے تمھارے کان بھرے اور جو کچھ چاہا کہا۔ تم نے اپنے تیرون سے زیادہ تیز نگاہون سے مجھے دیکھا اور میرے منہ پر

ٹھوک دیا، مجھکو بہت لعنت ملامت کی، پھر تم نے مجھ سے یہ بھی کہا کہ مین تجھکو ہمیشہ کے لیے چھوڑتا ہون۔

بے شک جو کچھ بھی تم نے کیا اس مین تم غلطی پر ہو مگر اب مین تم سے چشم پوشی اور تمھاری خطا معاف کرتی ہون۔

مین تمھارے سوا کسی کو نہین چاہتی، مین اس وقت کسی اور سبب سے اپنا دکھڑا رونے نہین بیٹھی ہون صرف اس لیے روتی ہون کہ امان سے مجھے ابھی ابھی معلوم ہوا کہ میری منگنی ایک پڑوسی سے کی گئی ہے جسے مین بالکل ناپسند کرتی ہون مین اس کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہین کر سکتی!

میرے پیارے! مین صرف اس لیے روئی کہ دیکھتی ہون ان ملکون مین عورتون کے ساتھ جانورون کا سا برتاؤ کیا جاتا ہے وہ بیچی جاتی ہین وہ خریدی جاتی ہین اور اُن سے مشورہ تک نہین لیا جاتا۔ گویا نہ وہ نفس رکھتی ہین اور نہ کچھ اختیار ان کا باپ پکڑ کر لے جاتا ہے اور اس کا ہاتھ ایسے شخص کے ہاتھ مین پکڑا دیتا ہے جس کے اخلاق و عادات تک سے وہ لڑکی واقف نہین ہوتی اور اُسے ایک اجنبی کی بیوی بننے پر مجبور کرتا ہے۔

اس کا اصلی سبب کیا ہے؟ جذبات و خیالات کا ہمارے یہان بچپن مین بے تربیت چھوڑ دینا اور سوسائٹی مین مرد کا عورت کے مرتبے سے ناواقف رہنا

یہ مخلوق نازک ہے، بے بس ہے، اے جمیل! اپنی پیدایش کے وقت سے

لگاکر مرنے کے وقت تک رنج و محن میں قید رہتی ہے۔ کاش مجھے معلوم ہوتا کہ وہ ایسے شخص کے ساتھ کیونکر خوش رہ سکتی ہے جو اس پر سرداری و حکومت کا مدعی ہے؟ خدا کی قسم میں نہیں سمجھ سکتی وہ کون سی دلیل ہے جس سے عورتوں کا محکوم ہونا اور اون کی آزادی کو چھین لینا مرد ثابت کر سکتے ہیں

کیا مرد عورت سے بلند فطرت پیدا کیا گیا ہے؟ یا اور کسی بات میں مرد عورت سے ممتاز ہے؟...

کیا وہ عورت نہیں ہے جو وطن کی خدمت کے لیے مردوں کو تیار کرتی ہے؟ کیا وہ عورت نہیں ہے جو اولاد کو قوم کی خدمت کے قابل بناتی ہے؟

افسوس ہے اے جمیل! اُن لوگوں پر جو عالم ازل سے آتے ہیں اور حقیقی زندگی کا مزہ چکھنے سے پہلے وہیں لپٹ جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ مجھے سوسائیٹی سے باہر نکالتے ہیں اور مجھ سے بیزار ہیں۔ یہ لوگ صرف اُس ہستی کو سوسائیٹی سے نکالتے ہیں جس کی زبردست روح نے ناروا جور و ستم سے سرتابی کی اور جہالت آمیز انسانی رسوم کی پابندیوں سے اپنے کو بالاتر سمجھا

یہ لوگ "اسرار حیات" سے ناواقف ہیں یہ زندگی کے ظاہری پہلو کے سوا اس کے معنوی پہلو کو نہیں سمجھتے!

یہ لعنت بھیجتے ہیں اُس روح پر جو ارضی قانون کی مخالفت کرتی ہے

اور کسی سے محبت کر لیتی ہے

"وہ عورت کے اوس وقت کے دکھ درد کی اصلیت کو نہین سمجھتے جب وُہ خود کسی ایسے مرد کے سامنے کھڑی ہوتی ہے، جسے قدرتی طور پر چاہتی ہے اور ایک ایسے مرد کے سامنے جس سے محض قانون ارضی کی بنا پر پناہ کرتی ہے!"

وہ بہت عجلت سے کام لیتے ہین اور بی بی حوا کی معصوم بیٹی کی نسبت یہ حکم لگا دیتے ہین کہ وہ ناپاک اور گنہگار ہے، اگر وہ خودکشی کر لیتی ہے اوجسے اس کا ضمیر نہین چاہتا اُس سے نہین ملتی!

وہ اس پر درد نصیحت کو نہین سمجھتے جو عورت کے آنسوون سے لکھی گئی ہے وہ اس کی معنویت پر بالکل غور نہین کرتے۔

جمیل، جمیل، کیا تم سے یہ نہین ہو سکتا کہ روشن عقل اور نرم دل لوگون کا ایک زبردست لشکر تیار کرو جو دردمند انسانیت کی طرف سے مدافعت کرے اور ان ظالمانہ قوانین کے نشان تک کو صفحۂ ہستی سے مٹا دے جن کی نسبت اُن کے بنانے والے کہتے ہین کہ "یہ آسمانی قانون سے بنائے گئے ہین"۔ درحقیقت وہ ایسے نہین ہین بلکہ چند قوی لوگون نے اپنی مصلحتون کو ملحوظ رکھکر بنائے ہین۔ کیا تم ایسا نہین کر سکتے کہ اپنی زبردست فوج کے ساتھ ان انسانی طوفانی موجون کے مقابلے مین ایک مضبوط دیوار بن کر کھڑے ہو جاؤ تاکہ اس طرح "انسانی قربانیون" مین کچھ کمی ہو۔

افسوس اگر تم جان لیتے! کہ کون سا جذبۂ فطری میرے سینے میں اس غم ناک وقت میں موج زن ہے جس نے میری جان میں ایسا گہرا زخم ڈال دیا ہے جو موت کے سوا کسی دوا سے اچھا نہیں ہو سکتا۔ تو تم بھی آنسو بہانے میں میری شرکت کرتے مگر تم اس حال سے بے خبر رہے لہذا میں نے بھی تم کو معذور خیال کیا، تم نے مجھے ذلیل کیا اُس کا بھی انتقام کبھی میں نے نہیں لیا سوا اس کے اُس گھر ہی کو چھوڑ دیا جس میں نشو و نما پائی تھی اور تمھارے نقشِ قدم پر چل کھڑی ہوئی

میں خود یہ نہ جانتی تھی کہ کدھر چلی ہوں اور جانا کہاں ہے؟ لیکن اپنے آگے ایک دھندلی سی روشنی دیکھتی تھی جو میری راہ نمائی کرتی جاتی تھی بس میں بھی اُسی کے پیچھے پیچھے چلی آئی۔

میں چلتی تھی اور بھٹیر بھٹیر بھی جاتی تھی کہ رات اپنی خوفناک تاریکیاں لیے ہوئے آگئی تو میں نے اپنے کو ایک بڑے تاریک غار میں چند ڈاکوؤں کے سامنے پایا جن کے دلوں میں نہ ہمدردی تھی نہ خدا ترسی

انھوں نے پیارے جمیل! مجھے بہت مارا مجھے طرح طرح کی ایذائیں دیں مجھے ذلیل و رسوا کیا، اور تم مجھ سے دور رہے، پیارے! تم نے مجھے دیکھا بھی نہیں، نہ میرے درد دل سے کچھ متاثر ہوئے

میں بے ہوش پڑی رہی۔ پھر جب گہری بے ہوشی سے کچھ افاقہ ہوا تو میں نے

اپنے کو اس ویرانے مین پایا۔ اس گرجے مین۔ جہان اب مین بہن "میری" کے ساتھ رہتی ہون۔

یہ پاک طینت راہبہ بہت نیک عورت ہے اس نے میرے زخمون پر مرہم رکھا، اس نے اپنے آنسوون سے میرے دل اور میرے زخمون پر دوا ٹپکائی، پیارے جمیل تم کو بھی میرے ساتھ اُس کا شکر گزار ہونا چاہیے!

* * *

کس قدر تلخ ہے تو اے دور گذشتہ کی یاد! اور کیا اچھے تھے تم اے ایام ماضیہ آہ اگر تم اب پھر آسکو تو مین یہ چند منٹ جو میری زندگی کے باقی رہ گئے ہین تم پر قربان کردون۔ لیکن افسوس اخالی آرزوئین کچھ فائدہ نہین دے سکتین۔ وقت گذر گیا۔ اور مین اپنے قوتون مین بہت ضعف محسوس کر رہی ہون

پس اے میرے مولا اپنی رحمت کے طفیل کیا تو نے میرے گناہ معاف کردیے، اُن مصائب کے بدلے جو مین نے اس دنیا مین اُٹھائے ہین؟ اور کیا اب تو اے میرے آقا آنے والی دنیا مین بھی مجھے عذاب دیگا؟..

بخار اب بہت تیز ہو گیا ہے اے میرے پیارے! اور میرے قوائے مضمحل ہو چکے میرا ہاتھ بہت کانپنے لگا ہے۔ اب مین قلم پکڑنے کی طاقت بھی اپنے مین نہین پاتی۔ اے جمیل! تم کہان ہو۔ یہان تک کیون نہین چلے آتے کہ تمھین دیکھ لون؟

کاش میری اماں ہی کو یہ معلوم ہو جاتا کہ میں اب آستانۂ ابدیت پر پہنچ چکی ہوں۔ بے شک صرف اون کا دل میری حالت پر دکھتا ہوگا۔ کاش وہ آتیں اور مجھے دیکھ کر میری گذشتہ خطاؤں کو معاف کر دیتیں

کاش میری بہن کو میرے عالم نزع کا حال معلوم ہو جاتا تو ضرور وہ آکر میری عیادت کرتی، اگرچہ تھوڑی ہی دیر کے لیے۔

کاش وہ میری عیادت کو آتی تو میں اسکے ہاتھوں کو بوسہ دیکر اس سے اپنی خطائیں بخشواتی

ہائے افسوس اے جمیل میں مر رہی ہوں اور جو مجھے چاہتے تھے انمیں سے کسی کو اپنے آس پاس نہیں دیکھتی۔ بیشک سب نے مجھے چھوڑ دیا۔ اور جس کی بدولت میں نے یہ دکھ اٹھائے وہ تم ہو تم نے بھی مجھے چھوڑ دیا۔ مرد میں وفا کس قدر کم ہے، وہ کتنا خود پسند و خود غرض ہوتا ہے

میرا ہاتھ شل ہو چکا ہے اور بخار کی شدت بہت بڑھ گئی ہے۔ اے جمیل! رحم کرو آؤ میرے پیارے آؤ کہ میں تم سے رخصت ہو لوں۔ آخری رخصت۔

رخصت رخصت .... اے میرے پیارے ... رخصت ...

اے جمیل .. میں تم کو یہ آخری پیار کرتی ہوں ... آہ! یا الٰہی ....

مارگریٹ

* * *

سویرے۔ جب صبح نے اپنی گلابی گلابی انگلیوں سے مشرق کے زرین دروازے کھولے ہیں "میری" بستر استراحت سے اٹھکر سیدھی مارگریٹ کو دیکھنے آئی۔ مگر اس نے مارگریٹ کو غیر فانی نیند میں سوتا ہوا پایا .... وہ ایک بے حس و حرکت جسم تھی جس میں ذرا بھی دم نہ تھا

.....

شہدائے ادب

رحمت خدا کی تم پر اے پاک و مبارک روحو! اے دریائے ابدیت میں تیرنے والی کشتیو! اے ہمارے اگلے انشا پردازوں اور شاعروں کی روحو! رحمت ہو تم پر رحمت!

تم مادر گیتی کے بھولے بھالے فرزندوں پر آسمانی غیظ و غضب نازل ہونے کی خواہش نہ کرنا، اگر یہ دیکھو کہ ان میں سے ایک فریق تمھاری ہنسی اوڑاتا ہے، تم پر ہنستا ہے اور تمھارا احترام نہیں کرتا۔ کیونکہ ایک دن وہ آنے والا ہے۔ اور بہت جلد۔ کہ یہ لوگ اپنے کیے پر پشیمان ہوں گے اوس وقت ندامت اون کے آڑے نہ آئے گی۔

بدنصیب ہیں ہم خدا کی قسم اور بدنصیب ہے ہر وہ آزاد اہل قلم جس کی رگوں میں حقوق وطنیت کا خون دوڑتا ہے۔ کیونکہ ہم اپنے ارباب قلم کو دیکھتے ہیں کہ اُنھوں نے اپنی تمام عمر قلم اور سیاہی میں فنا کر دی اور صرف اپنے ابنا جنس کی عقلی تاریکیوں کو روشن کرنے اور جلا دینے کے لیے اپنی عزیز جانوں کو "شمع" کی طرح گھلا گھلا کر مٹا ڈالا، مگر وہ محض گوشۂ نسیان میں پڑے ہوئے ہیں۔ ہم نے اُن کو بالکل فراموش کر دیا ہے اور کوئی یادگار اون کی قائم نہیں کرتے جو آنے والی نسلوں کو بتائے کہ وہ کیا تھے اور کس مرتبہ کے تھے

اور اس دنیا مین رہ کر کیا کر گئے ؟

اور مشرقی عادات کی طرح یہ بھی ایک عادت ہے جو اوس کو ادبار و پستی کی طرف لیجا رہی ہے کہ مشرقی لوگ یادگارین اور مجسمے قائم کرنا بے کار و بے نتیجہ خیال کرتے ہین۔

کاش ہم اتنا سمجھتے کہ اگر مجسمے نصب کرنا بے معنے اور فضول بات ہوتی جیسا کہ اہل مشرق کا ظن فاسد ہے تو ہم ہرگز اہل مغرب کو، جو تمدن اور ترقی کی راہ مین بڑے بڑے قدم مارتے ہوے آگے نکل گئے ہین، نہ دیکھتے کہ سڑکون اور عام گذرگاہون کو اپنے مشاہیر اہل سیف و قلم کے مجسمون سے بھر دیتے ہین وہ مشاہیر جنھون نے حب الوطنی کی راہ مین بڑی بڑی کوششین کین اور وہ کام کیے ہین جس سے اون کا آفتاب اقبال آج بلند ہو رہا ہے۔

ہم ہرگز ملک فرانس کے ایک گمنام وحقیر گاؤن کو اس بات پر فخر کرتے ہوے نہ دیکھتے کہ اس نے ہیجو[1] (HUJ O.) اور والٹیر[2] (VOLTAIRE) اور جان جارک روسو[3] (J.J. ROSSEOW) اور میسٹ[5] (A. de MUSSTE) کے بت نصب کیے ہین۔ اور ہم لوگ جو تقدم و ترقی کے دعویدار ہین۔ اپنے بڑے بڑے لوگون کو جنھون نے اپنی تحریرون اور تقریرون سے اپنے قلم اور زبان سے ملک و قوم کو ہمیشہ نفع پونہچایا، صرف ایک نہایت ذلیل و گمنام قبر مین دفن کر دیتے ہین۔

ذرا آپ بھی میرے ساتھ اپنی نظر صفحات تاریخ کی طرف پھیرین اور پڑھ کر روئین کہ :

شیخ ناصیف یازجی نے اپنی نفیس تالیفات سے عربی علم ادب کی دنیا کو کس قدر مالا مال بنانے کے بعد وفات پائی، وہ مؤلفات اگر یہ مصنف کسی دوسری زبان مین لکھتا تو اوس کو دیوتا مان لیتے اور اُس کی پرستش کرتے۔ آپ ہی بتائیے کہ اوس کے لیے ہم نے کیا کیا۔ اور اوس کی یادگار تازہ رکھنے کے لیے کون سی تصویر لگائی۔ کہان اُس کا بت نصب کیا؟ ....!

ادیب اپنے ذرات دماغی گھلا دینے کے بعد راہی ملک فنا ہوا وہ قید کیا گیا۔ وہ خدمت ملک و وطن کے سبب ذلیل کیا گیا۔ آپ ہی بتائیے کہ ہم نے اُس کے لیے کیا کیا اور کون سی اوس کی یادگار قائم کی؟

نجیب کی سانسین فنا ہوگئین۔ اوس کے ریعان شباب پر اوس کی بہار عمر پر۔ ہزار افسوس ہے۔ قلم اوس کے ہاتھ مین تھا، اور آنسو اوس کی آنکھون مین ڈبڈبا رہے تھے، وہ نہایت تنگ دستی کی حالت مین مرا ہے۔ اوس کا ملک اوس پر نہین رویا۔ وہ خود اپنی حالت پر روتا تھا۔ کیا آپ بتا سکتے ہین کہ ہم نے اوس کے لیے کیا کیا اور کون سی اوس کی یادگار قائم کی؟

شیخ ابراہیم اس حیات فانیہ کو چھوڑ کر دنیا سے سدھارے، عربی زبان کی قدیم عزت و دیرینہ عظمت کو دوبارہ زندہ کرنے کے بعد، اپنے ضیاء علم اور

نور بیان سے انسانی عقلون کو روشن بلکہ خیرہ کرنے کے بعد، مگر افسوس !
کیا آپ بتا سکتے ہین کہ ہم نے اون کے لیے کیا کیا اور کون سی اونکی یادگار قائم کی؟..

یہ سب کے سب مر چکے' اور اپنے ملک و وطن پر قربان و شہید ہوگئے
نہ صرف یہ بلکہ ان کے سوا اور بہت سے، انشا پرداز و اہل قلم، جن کی زندگی
مین ہم بہت کچھ قدر و منزلت کرتے تھے' اور بہت لمبے چوڑے بے نتیجہ و غیر مفید
القاب سے اون کے اوصاف کو سراہتے تھے۔ لیکن اب آپ ہی بتائیے کہ
ہم نے اون کے لیے کیا کیا اور کون سی اون کی یادگار قائم کی ؟ . . .

بے شک ہم نے اون کی تالیفات کو جمع کیا اور چھپوایا . . . مگر یہ کچھ نہین !
ہم نے اون کا سوگ منایا، اور ماتم کیا . . یہ کچھ نہین ! اخبارات نے اون کے
اوصاف مین کالم کے کالم سیاہ کر ڈالے، ورق کے ورق رنگ ڈالے' اون کے
نوحے اور مرثیے نظم کیے . . . یہ کچھ نہین .

ان باتون سے کچھ فائدہ نہین اور نہ اصل مقصد حاصل ہوتا ہے۔ کیونکہ
جو کتابین طبع کی گئین اور جو مرثیے تصنیف کیے گئے اون کو تعلیم یافتہ طبقے کے
سوا کوئی نہین پڑھتا۔ لیکن قوم کے وہ فرزند جن کی عقلی ظلمتون کو دور کرنے
اور روشن بنانے کے لیے ان فاضل دیبون نے اپنی عزیز زندگی خاک
مین ملا دی، نہ ان باتون کو کچھ سمجھتے ہین اور نہ قدر کرتے ۔

اُنھین کیا خبر کہ فاضل ملک اسحٰق کیون قید کیا گیا۔ اور اوس نے ان کے لیے

کیسی کیسی قید کی مصیبتین اوٹھائین۔ اونھین کیا خبر کہ ابراہیم نجیب حداد محض اون کے لیے فقیر مرا، اوس کے پاس اتنا بھی نہ تھا کہ اوسی کو کفایت کرتا، انھین کیا معلوم کہ نصر صغیر نے اپنی ہستی کو اون کے لیے کیونکر فنا کر دیا، اب ہمین لازم ہے کہ سڑکون اور راستون پر اون کے مجسمے نصب کرین تاکہ جب قوم کا کوئی فرزند اودھر سے گذرے اور دیکھے گا کہ اونھین مین کا ایک شخص کھڑا ہے اور قلم ہاتھ مین لیے ہوے ہے، تو اوس کی تاریخ زندگی پوچھے گا پھر جب اُسے معلوم ہوگا کہ ہماری ہی خدمات کی راہ مین یہ شہید ہوا ہے تو وہ اوس کے اصلی اعزاز اور اوس کی یاد تازہ رکھنے اور احیاء ذکر کی کوشش کریگا۔

اے قوم! اپنے مشاہیر کے بت نصب کر ورنہ یہی بہتر ہے کہ یہ بھی خیال نہ کر کہ اون مین سے کون کس حال مین مر رہا ہے۔ بلکہ خدمت وطن کا جو شعلہ اون کے دل مین بھڑک رہا ہے اُسے بھی بجھا دے اور خود کوئی ایسا کام اختیار کر جس سے اونھین بھی نفع پونہچے۔

لیکن ٹھیر اے قلم! اور لکھنے مین جلدی نہ کر وہ ملک جو خود آج فلاکت کی حالت مین ہے وہ اون پر زیادہ روپیہ صرف نہین کر سکتا۔ وہ ایک دودھ پیتے بچے کے مانند ہے۔ اوس کی روزی مارنا خود حرام ہے۔ تاکہ وہ مر نہ جاے لیکن ارباب دولت کی نگاہ توجہ اس ضروری کام کی طرف پھیر اور اون سے کہہ کہ: مشاہیر قوم کے بت نصب کرنا بھی قومون کو ترقی دینے اوس کے

جذبات کو قوی بنانے، اوس کے دلی حوصلے بڑھانے، اوس کے مردہ حسیات کو زندہ کرنے کے اہم ذرائع ہین۔ کیونکہ اچھی چیز کی تقلید ہر انسان پر واجب ہے۔ یہ کہہ کہکر اون کے جذبات کو ایک ایسی انجمن بنانے کے لیے جنبش مین لا جو چندے جمع کرے۔ اور جو جو "شہدائے ادب" گذر چکے ہین، اون کی یادگار اور تاریخی روایات کو زندہ رکھنے کے لیے اون کے مجسمے قائم کرنا اپنا نصب العین قرار دے۔

اور اگر اے قلم کوئی تیرے پاس آکر تجھے تیرے شریفانہ مطالبے کے پامال و ذلیل کیے جانے کی خبر دے تو تو فوراً ٹوٹ جا اور یہ کہدے کہ ایسے لکھنے اور لکھنے والے کو ہزار سلام

نوٹ : فاضل ندرہ نے حسن درد و حزن کے ساتھ ایشیائی مصنفین و مشاہیر کی حالت زار کا خاکہ کھینچا ہے حقیقت مین وہ خون رولانے والا اور دراصل بہت ٹھیک ہے۔ اس مین شک نہین کہ نامور اسلاف کو عوام سے روشناس کرنے اور اون کی یادگار قائم رکھنے کا جو طریقہ موصوف نے تمثیل کے پیرایہ مین بتایا ہے اس سے بہتر کوئی صورت نہین۔ لیکن اسلامی نقطۂ نظر سے اگر اس قسم کی اسلاف پرستی آیندہ کے لیے بت پرستی کی اعلیٰ سمجھی جائے تو کچھ تعجب و حیرت نہین!

خاکسار مترجم

نالہائے غم

مین بستر سے اوٹھا اور اپنے لکھنے پڑھنے کے کمرے مین بیٹھکر لکھنے پڑھنے مین مشغول ہوگیا۔

اس سے پہلے کہ سورج کی نورانی شعاعون کو دیکھون اور ملکۂ سحر کو جگاؤن خوش نوا چڑیون کی آوازین سنون، مین اپنی کتاب کی طرف متوجہ ہوگیا، اوس اوستاد کی طرف جس کی نسبت ایک فاضل انگریز کہتا ہے کہ: "وہ ہم کو بغیر کسی معاوضہ کے علم سکھاتی ہے۔ جب ہم چاہتے ہین اوس کے پاس آتے ہین اوس کو جیتا جاگتا پاتے ہین۔ اور جو بات معلوم کرنا ہوتی ہے اوس سے دریافت کرتے ہین، جو کچھ اوس کے علم مین ہوتا ہے وہ بتاتی ہے، وہ نہ ہم سے بخل کرتی اور نہ کچھ چھپاتی ہے۔"

مین نے کتاب کے پاس پہنچکر اُسے جگایا، اوس نے اپنا دل کھول کر میرے سامنے رکھ دیا۔ اور مجھ کو ایسی ایسی نصیحتین کرنا شروع کین جن کو مین کبھی نہین بھول سکتا

وہ وہ نمونے میرے سامنے پیش کیے کہ انھون نے میرے دل مین شدید تاثیر بھر دی۔ اور اپنے بدنصیب وطن کی حالتِ زار پر مجھے دیر تک رُلایا۔

بھائی! میں نے ترقی یافتہ اور متمدن ممالک کے حالات پڑھے
اور یہ پڑھا کہ "ارباب اصلاح" کے ساتھ کس احترام کا برتاؤ کیا جاتا ہے۔
میں نے اہل قلم کے حالات پڑھے کہ وہ ترقی یافتہ قوموں میں کیسی
عزت و وقار پاتے ہیں، جس کے وہ حقیقتاً مستحق بھی ہوتے ہیں۔ اس کے
بعد میں نے اپنی اور اُن کی حالت کا موازنہ کیا۔

یہاں انشاپردازوں پر طرح طرح سے ظلم کیے جاتے ہیں، طرح طرح
سے اون کی ذلت کی جاتی ہے اور وہاں آسمان عزت پر چڑھائے جاتے
ہیں اور اون کا پورا پورا احترام کیا جاتا ہے

یہاں ایک فاضل ادیب اپنی تمام عمر لکھنے اور اوراق سیاہ کرنے
میں فنا کر دیتا ہے مگر اوس کے پاس اتنا بھی نہیں ہوتا کہ اپنا ہی پیٹ
بھر سکے۔ وہاں ایک اہل قلم مرتا ہے جس نے ساری عمر میں ایک کتاب
یا ایک ناول کے سوا اور کچھ تالیف نہیں کیا مگر اتنی دولت چھوڑتا ہے جو
ہزاروں لاکھوں روپیے کی تعداد کو پہنچتی ہے۔ یہاں علما و [illegible]

ل میں نے پیرس کے ایک اخبار میں پڑھا ہے کہ جریدۂ مصورہ [illegible]
کے مالک نے بلبل شعرائے فرانس ادمن روسٹوان [illegible]
کو دس لاکھ فرانک دیے کہ اپنا ناول "چانٹکلیر" اوس کے اخبار کے کالموں میں چھپنے
کی اجازت دیدے۔ خدا کی شان ہے!

عیب رکھا جاتا ہے۔ اور وہان اُن کے آگے سر جھکائے جاتے ہین اور اون کے بت نصب کیے جاتے ہین۔

جب مین نے یہ مقابلہ کیا تو میری آنکھون سے اپنی قوم اور اپنے وطنی بھائیون کی حالت پر بے اختیار افسوس و ہمدردی کے آنسو گرنے لگے کیونکہ جو قوم اپنے علماء کو اون کی زندگی ہی مین دفن کر دیتی ہو، وہ کس قدر مردہ ہے، اور وہ امت معصومہ جو اپنے نامور رہنماؤن کو وہ وقار و اعتبار نہ دیتی ہو جس کے وہ سزاوار ہین وہ کس قدر گمنام و ذلیل امت ہے۔

کیا اچھا ہوتا اگر ہمارے وطن مین یا ہماری سوسائٹی کے معزز ارکان مین ایک ایسی انجمن بنائی جاتی جو ان ارباب قلم کی یاد زندہ رکھنے کو اون کی یادگارین قائم کرنے کو مستعد ہوتی، اور جو زندہ ہین اونھین اون کی محنتون کی مناسب داد دیتی!

مگر آہ کون سنتا ہے؟ اور کون مانتا ہے!!...

ایک چٹان پر

وہان، جہان مین اپنے دوست کے ساتھ جاکر بیٹھا کرتا تھا۔ ایک دن شام کو بیٹھا ہوا اپنی طبیعت سے کچھ چپکے چپکے باتین اور شکوہ و شکایات کر رہا تھا کہ ملکۂ فلک نے زمین کی طرف الوداعی نظرین ڈالنا شروع کین مین بیٹھا ہوا تھا اور میرے ہاتھ مین ایک کتاب تھی جس کا موضوع تھا "مشرقی عورت" یعنی وہ پاکیزہ شگوفہ جسے بیہودہ عادات و رسوم کی بادِ سموم نے پامال کرکے انتہائی پستی مین ڈال رکھا ہے۔ اور میری فکر عالمِ خیال کا طواف کر رہی تھی، میرا دل سوسائٹی اور اس کے مظالم سے کڑھ رہا تھا۔

رات نے اپنا پردۂ ظلمت چھوڑنا شروع کیا اور تاریکی تیزی سے بڑھنے لگی مین برابر دریاے افکار مین ڈوبا رہا۔ درختون کی سنسناہٹ اور جھینگروں کی چہکار کے سوا کچھ نہین سنائی دیتا تھا، جنھین مین اپنا مونس تنہائی بنانے اور اپنا غم بٹانے کے لیے پسند کرتا تھا۔ مگر یہ سب کچھ بیکار تھا، کیونکہ مین بیزار تھا، یہان تک کہ موت سے بھی۔

مین اسی حالت مین تھا، یہ دنیا، اور ایک انسان کا اپنے بھائی پر ظلم کرنا اس وقت میرا موضوع فکر و تامل تھا کہ اتنے مین میرے کانون مین

آہستہ آہستہ قدمون کی آواز محسوس ہوئی۔ اور اس کے بعد ہی ٹھنڈی ٹھنڈی سانسون کی بھی جو دل کی گہرائیون سے نکل رہی تھین۔ مین ڈرا اور چپکا دم سادھ کے بیٹھ رہا تاکہ پورے طور پر یہ آواز محسوس ہو۔ جو برابر میرے کانون مین گونج رہی ہے، پھر مین دو قدم آگے بڑھا تو دیکھا کہ ایک نوجوان دوشیزہ بہار شباب مین ہے مگر زمانہ کی گردشون نے اس کی گندمی پیشانی پر پریشان بالون سے تنگ دستی و بدقسمتی کی چند سطرین لکھ دی ہین اور مفلسی نے اسکے جسم کو ایسے کپڑے پہنا رکھے ہین جو غریب کو رات کی سردی سے بھی نہین بچا سکتے۔

مین نے اُسے اس حالت مین دیکھا کہ وہ زار زار رو رہی ہے تو مین نے بھی اس کی ہمدردی مین چند آنسو بہائے۔ اور اس کو دیکھکر اپنے اختیار مین نہ رہا آخر اوس کے درد سے متاثر ہوکر مین نے پوچھا کہ "تم کون ہو اے بی بی! اور یہ کیا حالت بنائی ہے؟ اور اس گھٹا ٹوپ تاریکی مین کہان جانا چاہتی ہو؟..."

یہ آواز سن کر وہ نازک مخلوق، وہ لطیف ترین ہستی جھجک گئی۔ لیکن تھوڑی ہی دیر مین میرے کلام کا جو ایک نغمۂ پر غم سے لبریز تھا انداز سمجھ کر اوس نے مجھے یہ جواب دیا:

"مین ایک گانون کی رہنے والی لڑکی ہون۔ مین نے پرفضا میدانون

اور حسین کلیون مین نشو ونما پائی ہے۔ بھولے بھالے بھیڑون اور اونٹون مین میری پرورش ہوئی ہے۔

میری مان نے مجھے ایسے وقت چھوڑا جب کہ مین تین سال کی تھی اور میرے بھائیون نے کھانے کمانے کے لیے امریکن ملکون کی طرف پہنچا دیا مین وہان اکیلی رہتی تھی ایک بوڑھے باپ اور ایک پڑوسی کے بیٹے کے سوا نہ وہان کوئی میرا جاننے والا تھا نہ مونس تنہائی۔ یہ لڑکا میوہ چننے کے عوض میری کچھ امداد کرتا تھا۔ لیکن افسوس ہے مین ابھی اپنی زندگی کے پورے دس سال بھی پورے نہ کرنے پائی تھی کہ اچانک ایک اطلاع ملی جو میرے دل مین تیر کی طرح پیوست ہوگئی۔ اور وہ یہ تھی: پردہ کرنا اور گاؤن چھوڑ دینا

لیکن ہائے اللہ! .. مین کیونکر اون خوبصورت مناظر کی جدائی گوارا کرون جن مین مین نے اپنی نور کی زندگی کو دیکھا ہے' وہ سرزمین جس کے لطیف وشفاف آسمان کے سایہ مین مین نے اپنے دوست اور اپنے پڑوسی کے ساتھ زمانۂ طفلی گذارا؟ - اب کیونکر مین ایک کالا چیتھڑا نقاب کا اپنے منہ پر ڈالون؟ ... کیونکر مین اے پیارے! تجھے چھوڑ دون اور کیونکر تجھ سے جدا ہوجاؤن حالانکہ تو نے کوئی قصور نہین کیا؟ ..

یا اللہ یہ بھی کوئی انصاف ہے جو اس پاک دل کے ساتھ کیا جارہا ہے

اور اوس کو صدمۂ فراق دیا جارہا ہے ؟ یہ کبھی نہ ہوگا چاہے اوس کے لیے مجھ کو زندگی سے ہاتھ دھونا اور موت سے دوچار ہونا پڑے ۔۔ مجھے میرے باپ نے پردے مین بیٹھنے اور گانون چھوڑنے پر کیون مجبور کیا، صرف اس لیے کہ وہ میری محبت کو تاڑ گئے ہین ۔۔۔ وہ نہین چاہتے کہ مین کسی سے محبت رکھون۔ مگر مین نے افسوس کے ساتھ اون کے اس حکم کی خلاف ورزی کی تو اُنھون نے مجھکو گھر سے نکال دیا اور بہت بُرا بھلا کہا اور برابر میرے پیچھے پڑے رہے آخر میرے حق مین یہی فیصلہ کیا۔

اس وقت سے مین نے اپنے گھر بار کو نہایت حسرت وافسوس کے ساتھ چھوڑا اور جنگل کی طرف منہ موڑا۔ نہ مین لذت اندوز راحت تھی نہ میری آنکھین آشناے خواب جب زیادہ جاگنے سے آنکھین تھک کر خستہ ہوگئین تو میری یہ حالت ہوگئی کہ سوا ڈراؤنی صورتون کے مجھکو کچھ نظر نہین آتا تھا اور دہشت سے میرا دل ہر وقت دہلتا اور لرزتا رہتا تھا۔

میرے باپ نے اپنی چھری میان سے نکال لی اور مین ان کے قدمون کے آگے سر جھکائے کھڑی اُنھین اپنے آنسوون سے تر کرتی اور معافی مانگتی تھی مگر وہ ذرا نہ پسیجے بلکہ برابر میرا دل چھری سے زخمی کرتے رہے کیونکہ مین نے مذہب کے مقابلے مین اُن کے بنائے ہوے قانون کی خلاف ورزی کی تھی میرے باپ نے میرا مرجانا گوارا کیا، بجاے اس کے کہ مین کفر کرون، باپ کی

اپنے ساتھ محبت اور انکار پردہ سے . . اور میرا محبوب میری تربت پر آنسو بہاتا اور دل کی گہرائیوں سے میرا ماتم کرتا ہو۔ پھر جب وہ کوئی جواب نہ سنے تو خود بھی مایوس ہو جائے اور زندگی سے بیزار ہو کر خودکشی کرلے، امان آہ میری امان! خدائی عدالت کے سامنے فریاد کرتی ہوں اور انتقام چاہتی ہوں۔ میری چھوٹی بہن مجھ سے پوچھتی ہو اور کہتی ہو: مجبور ہو تم ہائے میری بہن اس وقت تم کہاں ہو؟

آہ کس قدر تلخ ہو تم اے موت تو! . .

یہ گفتگو جو زار زار رونے اور پے بہ پے سسکیاں لینے سے ٹکڑے ٹکڑے ہو ہو کر ادا ہو رہی تھی پوری نہ ہونے پائی تھی کہ ایک طرف کچھ آہٹ سی سننے مین آئی۔ وہ بدنصیب لڑکی یہ سمجھی کہ اس کا باپ اسے سزا دینے آیا ہے اس نے میری طرف کچھ اس انداز سے دیکھا کہ اوس کی نظر میرے دل مین اُتر گئی۔ اور وہ پہاڑی کی طرف بھاگی مگر مین نہین جانتا کہ کدھر گئی۔

اس وقت مجھے ایسا معلوم ہوا کہ گویا اس دردناک منظر کو دیکھکر کثرت رنج والم سے میری روح بدن سے نکلا چاہتی ہے، کیونکہ یہ تباہ کن جرم میری آنکھون کے سامنے ایک پیکر مجسم بن کر کھڑا تھا وہ جرم جو اکثر مان باپ اپنی اولاد کے مقابلے مین کرتے ہین کہ اُن کو محبت سے روکتے ہین، اون کے جذبات کا گلا گھونٹ دیتے ہین۔ گویا محبت بھی کبھی معاف نہ ہونے والا گناہ ہے۔

آخر اس بے کس لڑکی نے ایسا کیا گناہ کیا ہے (جب کہ یہ محبت کرنے والا دل اوسے قدرت کی طرف سے ہی عطا کیا گیا ہے) جس کی سزا مین اس کے ساتھ یہ وحشیانہ برتاؤ کیا جاتا ہے۔؟

اور یہ نازک مخلوق آخر ایسے کون سے گناہ کی مرتکب ہوئی جو اس کا منہ لوگون کی نظرون سے چھپایا جاتا ہے؟ دنیاوی کامون مین خدا کی مخالفت کیون کی جاتی ہے۔ آخر وہ غریب عورت بھی تو ایک انسان ہی ہے، کیا یہ حرام نہین ہے کہ جب وہ ظلم سے پناہ مانگتی اور رحم و کرم کے لیے لجاجت کرتی ہے؟ تو اوس پر اور ظلم کیا جاتا ہے۔ کیا ایک پاکیزہ کلی کو بند رکھنا اور جس پردے کو اللہ نے حلال نہین فرمایا ہے اوس کی آڑ کر کے روشنی و نور کو اوس پاکیزہ کلی تک نہ پہنچنے دینا کیا ستم نہین ہے؟

کاش مجھے معلوم ہوتا کہ کس قدر لڑکیان ہین جو اپنے ماں باپ کے جور و ستم کی چھریون سے حلال ہوئی ہین۔ کیونکہ ماں باپ چاہتے ہین کہ ان لڑکیون کا ایسے مردون سے رشتہ کر دین جنھین وہ پسند نہین کرتین اور نہ اون سے کوئی محبت و لطف رکھتی ہین۔ اور کتنے ایسے پاک باطن و صاف دل ہین جو محبت سے روک کر مٹا دیے گئے؟ اور کتنی ایسی تازہ و خوش نما کلیان ہین جن کو اس سیاہ رو پردے نے کملا دیا۔ ان کی تازگی و دل کشی کو خاک مین ملا دیا۔ اور کتنی تر و تازہ شاخین تھین جن کو بیہودہ

رسم و رواج کی پابندیوں نے توڑ مروڑ ڈالا - اور ان کی سرسبزی و شادابی کو مٹا دیا

اے بزرگ ماں باپو! اپنی اولاد کو پاک محبت کی تعلیم دو - کیونکہ یہی ترقی و فلاح کی بنیاد ہے - اور اگر یہ نہو تو پھر نہ اتفاق کوئی چیز ہے نہ اتحاد' اور اے اہل مشرق غلامی و کنیزی سے اپنی عورتوں کو آزادی دو کیونکہ جو پردہ تمھاری عورتوں کے چہروں پر پڑا ہے یہ تمھاری ترقی و فلاح کی راہ مین ایک دیوار حائل ہے

* * *

رحم کر اے پروردگار تیرے ہی رحم کا آسرا ! کیا ہم انھین باطل رسمیوں مین پڑے رہیں گے! کیا ہم ایسے ہی فاسد اوہام و اعتقاد مین پھنسے رہین گے کہ عورت مرد کے برابر نہیں ہو سکتی - اور مرد عورت کا خود مختار حکمران ہے ؟ یارب ہمین تو نے ایسے دل کیون دیے جو محبت آشنا ہین - اور تو نے ہمین ایسا انسان کیون بنایا جو اس بنیاد محبت کو ڈھائے دیتے ہین جسے تو نے اپنے ہاتھ سے رکھا تھا -

اپنی رحمت کے طفیل اے پروردگار ! اس عورت پر رحم فرما جسے تو نے اپنے مبارک ہاتھوں سے پیدا کیا ہے - اس لیے کہ وہ مظلوم ہے - یہ چاردیواری کا پردہ، یہ حجاب جو اس کے منھ پر ڈالا جاتا ہے اس کے لیے ظلم ہے - اور

یارب! تو اپنی مخلوق کے دل مین عدل وانصاف کا جذبہ پیدا کر۔ تاکہ وہ یہ جان سکے کہ عورت کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرنا ہر انسان کا فرض اور اس کو پردے مین رکھنا بڑا ظلم ہے؟

* * *

مین ابھی اسی دریائے غور و فکر مین ڈوبا ہوا تھا، اور جو کتاب ہاتھ مین لیے ہوے تھا، اوسے آنسوون نے بالکل بھگو دیا تھا کہ اتنے مین مرغ سحر نے صبح ثانیہ کی اذان دی۔ تب مین اپنی غفلت سے چونک کر شہر کی طرف پلٹا اور بار بار یہ کہتا جاتا تھا:

اے فرزندان مشرق! اگر تم نے اپنی عورت کو ان بھاری بھاری قیدون سے آزادی نہ دی جو اس کی گردن کو توڑے ڈالتی ہین تو جس عزت کی زندگی کے آج تم امیدوار ہو وہ کبھی نہ ملے گی بلکہ ہمیشہ عورت اسی موجودہ حالت پر رہیگی،

کلمۂ ریحانی

معزز ناظرین،

ہم اس سفر کو ختم کرتے ہین۔ اور جانتے ہین کہ اس نے آپ کو بہت تھکا دیا ہے۔ اب مناسب ہے کہ تھوڑی دیر آرام لین۔ اور اس سے پہلے کہ آپ سے جدا ہون اپنا ہاتھ بڑھائیے کہ مین آپ سے برادرانہ مصافحہ کرون۔ نیز تھوڑی دیر کے لیے کان دھر کے ایک کلمہ اور سن لیجیے جو زادِ اخیر کے طور پر آپ کی خدمت مین پیش کرنا چاہتا ہون، یہ ناسک فرکیہ نے "ضحایا" کی نسبت لکھا ہے۔ اور یہ ایک بہترین کلمہ ہے جس پر مین کتاب کو ختم کرتا ہون۔ معزز موصوف فرماتے ہین:

بھائی نذرہ

تمھاری کتاب مین ایک روح ہے عالی؛ جو اپنے جمال ظاہری سے فائق تر جمال معنوی رکھتی ہے۔ وہ دن قریب ہین کہ زمانہ تم کو اوس راز درون کے اظہار کی توفیق نیک دے گا جو تمھارے اندر کمنون ہے؛ کیا ہے تمھارے قابل قدر اور جائز جذبات کا اظہار۔

تمھارا دوست
امین ریحانی

بیروت ۱۱-ایار سنہ ۱۹۱۰ع

ایک رائے

از جناب سید محمد یوسف قیصر سابق ایڈیٹر رسالہ الحجاب (بھوپال)

پیارے مجوی!

مین نے ترجمہ دیکھا۔ لطافت بیان نے حالات کو اس قدر مؤثر کر دیا ہے کہ اس کا ہر ایک لفظ اپنی آنکھون مین آنسوؤن کی دنیا لیے ہوے معلوم ہوتا ہے۔ یہ ایک خاموش فریاد ہے جو دل و دماغ کو اپنی طرف متوجہ کیے بغیر نہین رہتی

جو آنسو فاضل ندوہ نے سبزہ زار مصر کی پژمردہ کلیون پر بہائے ہین۔ جناب کے دردمند قلم نے اون کو ہماری برباد شدہ تہذیب کے ماتم مین شریک کیا۔ اور اس لحاظ سے کہ یہ دونون ملک اپنے اعتقادیات مین یکسان ہین، افسوس ہوتا اگر ان آنسوؤن سے ہمارے آستین و دامن محروم رہتے۔ گو محترم مؤلف کے نالہاے بے اختیار نے مشرق کی تہذیب کو خفیف سی جنبش دی ہے اور اس سے معاشرت مین نہایت ہی سبک لرزش پیدا ہو گئی ہے۔ مگر جب ہمدرد آنکھون سے آنسو اُبل پڑتے ہین تو رعایت ظرف آستین نہین رہتی۔

جناب کے شریفانہ جذبات نے عالم انسانی کے اس نازک طبقہ کے ساتھ جو احسان کیا ہے اور اس ترجمہ کے ذریعہ سے اصلاح معاشرت کی تحریک جس دردانگیز پیرایہ مین کی ہے کاش وہ قبول کی جائے۔

انسانیت ایک تاریک خوابگاہ مین سوئی ہے۔ اُسکو بیدار کرنے کے لیے خدا کرے آپکے مرصع کار و آفتاب نما قلم کی تبلیغی مساعین کامیاب ہون،

مخلص قیصر

ایک راے

از حضرت عزیز لکھنوی

صدیقی محوی صدیقی

مین نے اصل کتاب صحایا البشریہ کا مطالعہ بھی کیا اور یہ ترجمہ بھی دیکھا۔ ترجمہ کی دلاویزی مصنف کی عبارت سے دوش بدوش ہے فاضل ندرہ نے اگر عرب کے تلال وجبال کی چوٹیان مشرقی زرتار شاعون سے گوندھین تو ادیب مترجم نے لیلاے مصری کی زلف شبرنگ اس انداز سے سنواری کہ نگارستان ہند آئینۂ حیرت بردوش بن گیا۔

اگر لبیبۂ ہاشم نے مقدمہ کی ہر سطر مین جو ہر انشا کے موتی پرودے تو ترجمۂ محوی نے ترجمے مین ادب کا جواہر نگار قصر تیار کردیا۔ مؤلف نے جو آنسو بہاے مترجم کی ژرف نگاہی نے موتی بناکر دکھائے۔ اس کتاب کے ترجمے کا حق ادا کرنا دشوار نہین تو آسان بھی نہ تھا تمھارے قلم بدائع نگار نے اس کی اہمیت کا فرض اس طرح ادا کیا کہ زبان اُردو ہمیشہ اس اضافے پر ناز کرے گی اور تمھاری ادبیت کا زیور اوس کے حسن کو چمکاتا رہے گا۔ حسن مین جامہ زیبی ہوتی ہے بشرطیکہ ایک سلیقہ شعار مشاطہ اوس کو ہر ہفت کرے تم نے اس حسین مصری کا

لباس اُتار کر نازنینانِ ہند کا جامہ اس خوبصورتی سے پہنایا کہ دنیائے ادب میں سب محو ہو گئے تمھیں نازیکتائی رہا بھی اور نہیں بھی رہا۔ تمھارے ہاتھ چومنے کے قابل اور تمھارا دل و دماغ در خورِ ہزار آفرین ہے۔

عزیز
(لکھنؤ)

ایک رائے

از جناب نساز فتحپوری

عصر حاضر مین، دنیا کے تمام سنجیدہ و مہذب ممالک کی یہ خصوصیت
الگ نظر آئے گی کہ اُن کی تمام تمدنی و اقتصادی، سیاسی و علمی ترقیون
کے ساتھ ساتھ اُن کا لٹریچر بھی مدارج ارتقاء طے کرتا جارہا ہے، یہان
تک کہ اگر کوئی چاہے تو کہہ سکتا ہے کہ صرف لٹریچر کی ترقی اُن کے تمام
داعیات تہذیب و مدنیت کی تکمیل کررہی ہے۔ یہ اک حقیقت ہے جس پر
بحث کرنے کا یہ محل نہین، اور ارباب فہم و نظر اس سے باخبر ہین۔
ایران و استنبول، مصر و عرب نے باوجود اس کے کہ دنیا کے بیدار ممالک
مین اُن کا شمار نہین کیا جاتا، اس رمز کو سمجھا اور انھون نے اپنے لٹریچر کی
طرف سے وہ بے اعتنائی نہین کی جو ہم اپنی زبان سے کررہے ہین۔
چنانچہ ہم دیکھتے ہین کہ اب ایران کی فارسی، مصر کی عربی اور استنبول
کی ترکی، اپنی جدت تخیل، نوائے تراکیب، تنوع بیان اور وضع اصطلاحات
کے لحاظ سے مالامال ہے۔ اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ انھون نے
دوسری زبانون سے عمدہ باتین اخذ کرنے مین خصوصیت سے کام نہین
لیا اور وہان کے ادیب اب تک اسی اصول پر کاربند ہین۔

اسی کے ساتھ جب ہم اپنی زبان کو دیکھتے ہین تو کس قدر افسوس ہوتا ہے کہ وہ ہنوز ارتقاء کے اُسی دورِ اولین مین ہے اور ہمارا جمود یہ بھی گوارا نہین کرتا کہ اس مین کسی اضافہ کو نظرِ استحسان سے دیکھین۔ ہمین معلوم ہے کہ اس خیال کے لوگ کس نظر سے دیکھے جاتے ہین اور انھین کتنا دکھ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اس لیے لائقِ ہزار تبریک و تحسین ہے، ہمارے عزیز دوست مولوی محمد حسین صاحب محوی کی یہ سعیِ جمیل کہ انھون نے اس ترجمہ کو پیش کرکے وہ کام کیا جس کی اس وقت زبان کو سخت ضرورت ہے۔

ضحایا البشریہ موجودہ عربی لٹریچر کی ایک پاکیزہ مثال ہے۔ مین نے اصل کتاب کو بھی دیکھا ہے اور اُس کے ترجمے کو بھی، اس لیے مین سمجھ سکتا ہون کہ حضرۃ محوی نے کس قدر سلامت ذوق اور دقت نظر سے کام لیا ہے۔ قوم کا فرض ہے کہ وہ محوی صاحب کی محنت کی داد دے تاکہ وہ اپنے ثمرات مساعی کو آیندہ بھی ملک کے سامنے پیش کرنے کی جرأت کرسکین۔

اس کتاب کے موضوع سے بحث کرنا زائد از اکت ادب کے خلاف ہے کیونکہ لطف اسی مین ہے کہ اُس کا سمجھنا اور پھر موضوع کے لحاظ سے طریق ادا، اور اسلوب بیان سے لطف اندوز ہونا صرف ذہن سامع اور ذوق ناظر پر چھوڑ دیا جائے۔

نیاز

عرضِ مترجم

فاضل ندرہؔ ملک شام کا ایک بہترین انشا پرداز ہے، اس سے زیادہ مجھے اوس کی نسبت کہنا نہین کہ مسٹر فیلکس فارسؔ ابین ریحانی حضرت تقیر وعزیزؔ اور مولانا سے نیاز نے جو کچھ اوس کے قلم اور جذبات پر اظہار خیال کیا ہے اُسے کافی سمجھیے،

اوس کی کتاب "ضحایا البشریۃ" کی نسبت بھی کچھ لکھنا نہین کہ اوس کا ترجمہ آپ کی نظر کے سامنے ہے۔

کہنا یہ ہے کہ افسوس! جو لطافت بیان اور شیرینی زبان اصل مین ہے وہ بات ترجمہ مین نہ آسکی۔ لیکن ندرہ کی طرز نگارش، مصلحانہ خیالات، جذبات عالیہ، تخیئل لطیف نے کچھ ایسا متوالا بنایا کہ میری تمام ضرورتون فکرون، مصروفیتون اور پریشانیون پر ترجمہ کی کوشش غالب آگئی اور مین اوس روحِ طاہرہ کو بیکرِ اُردو مین پیش کر سکا۔

عالی خیال مصنف گو مسیحی ہین، اور اون کے خیالات مین بہت کچھ شامی عیسائیون کی طرز معاشرت، عادات و رسوم کی جھلک جلوہ گر ہے، مگر ہمین دیکھنا یہ نہین کہ وہ کون ہین، دیکھنا یہ ہے کہ وہ کہتے کیا ہین ؟

جو شکوے اونھین اپنے شامی و مصری بھائیون سے ہین وہی قریب قریب

ہمین بھی اپنے وطن عزیز سے ہین۔ لہذا اوس نغمۂ شامی کو ہندی لے
مین ادا کرنا کچھ بے جا نہ ہوگا۔

"ضحایا" وہ چیز ہے جس نے مجھے دنون بستر غم پر چپکے چپکے رُلایا ہے، اور
کچھ دل ہی جانتا ہے کہ کتنی راتون اپنی حالت زار پر تڑپایا ہے۔

بلا سے ترجمہ کیسا ہی ہو، تاہم جن جراحت نصیبون کے لیے مین نے یہ
نمک دان تیار کیا ہے، امید ہے کہ وہ اس سامان اضطراب کو ذوق وشوق
سے لین گے اور میری ہی طرح تڑپین گے کہ اس سعی اولین کی یہی داد ہے۔
البتہ جن کے سینون مین دل نہین سنگ پارے ہین اون سے کچھ بحث
نہین کہ وہ ہمارے زخم جگر پر ہنسین یا تیر ملامت کا نشانہ بنائین!

چونکہ میری مخاطب صحیح، وہی دردمند ہستیان ہین جو سینے مین دل اور
دل مین درد وطن رکھتی ہین۔ اور اونھین سے کچھ امید حوصلہ افزائی بھی ہے
لہذا مین، اس ناچیز "ریزۂ الماس" کو اونھین کے نام پر معنون کرتا ہون۔
اور "شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم"

۲۳-جنوری ۱۹۱۹ء دردمند محوی

ضروری نوٹ

"شہدائے ادب" مین جن فرانس اور شام و عرب کے مشاہیر اہل قلم کا تذکرہ ہے اُن سے اردو کی دنیا ناواقف ہے لہذا مناسب معلوم ہوا کہ اُن کے مختصر حالات بطور ضمیمہ شامل کر دیے جائین تو بہتر ہوگا

۵۱ وکٹر ہیوگو سنہ ۱۸۰۲ء مین پیدا ہوا اور سنہ ۱۸۸۵ء مین انتقال کیا۔ یہ فرانس کا مشہور شاعر اور ڈراما و ناول نویس ہے۔ اُنیسوین صدی مین فرانس مین جو کچھ انقلاب ہوا یہ اوس کا بانی یہی ہیوگو ہے، اسے اپنی مختلف تصانیف کی بدولت سارے فرانس مین نہایت شہرت و ناموری حاصل ہے اور اس کی تحریرین انشا پردازی کا بہترین نمونہ ہوتی ہین۔

۵۲ فرانسو والٹیری سنہ ۱۶۹۴ء مین پیدا ہوا اور سنہ ۱۷۷۸ء مین اس نے وفات پائی۔ یہ فرانس کے بہترین فلاسفرز اور انشا پردازون مین ہے پہلے اس نے وکالت کی تعلیم حاصل کی مگر انشا پردازی کی طرف اس کا رجحان تھا۔ اسکا پہلا مضمون اخبارات کے خلاف نکلا تو اسے ملک چھوڑنا پڑا اور سنہ ۱۷۲۶ء سے سنہ ۱۷۲۹ء تک لندن مین رہا وہان کئی ڈرامے لکھے پھر فرانس واپس آ کر اپنے فلسفیانہ خطوط شائع کیے جن کی مذہبی جماعت نے سخت مخالفت کی اور کتاب جلا دی گئی۔ اس کے بعد وہ "سریس" آیا اور اس کو اپنا وطن قرار دیا۔ اور ۱۵ سال تک مختلف ڈرامے لکھے جو بہت مشہور ہوے۔ سنہ ۱۷۵۰ء سے سنہ ۱۷۵۳ء تک برلن مین رہا اسکو فریڈرک اعظم نے طلب کیا تھا

۵۳ جان جارک روسیو۔ سنہ ۱۷۱۲ء مین بمقام جنیوا پیدا ہوا اور سنہ ۱۷۷۸ء مین مرا۔ اس کا ابتدائی زمانہ بڑی فلاکت و پریشانی کا گذرا، پھر میڈم ڈی وارنس سے ملاقات ہوئی اور سنہ

سال تک اون کا معتمد رہا۔ ۱۸۳۵ء مین پیرس گیا وہان ڈی ڈی البٹ سے ملاقات ہوگئی۔ اوس کی حوصلہ افزائی سے لکھنا شروع کیا۔ اور اس اثنا مین تمدنی مسائل پر غور کرتا رہا۔ ۱۸۵۹ء مین ایک ناول لکھا۔ پھر ۱۸۶۳ء مین ایک اور کتاب لکھی۔ اسی سے اوس کی ترقی و شہرت کا آغاز ہوا مگر یہ دونون کتابین مذہبی نقطۂ نظر سے خطرناک تھین۔ آخر سخت مذہبی مخالفت ہوئی۔ اور پیرس چھوڑنا پڑا۔ لندن پہونچکر اس نے دو کتابین اور لکھین پھر فرانس آکر مصائب مین پڑ گیا مگر سارے ملک مین ایک نئی روح پھونک دی۔ اور نئے نئے خیالات پھیلا دیے گورمنٹ کے بہت سے اصول مین نئی تبدیلی پیدا کر دی۔ جو کچھ دنون بعد انقلابی صورت مین ظاہر ہوئی۔

سکہ لوئیس العزیڈ ڈی میولیسط۔ ۱۸۴۰ء مین پیدا ہوا اور ۱۸۹۷ء مین انتقال کیا۔ یہ فرانس کے مشہور افسانہ نگارون مین سے ہے۔ اس نے اپنی مادری انشا پردازی و مضمون نگاری کو بہت کچھ ترقی دی۔

شہ ناصیف یازجی۔ موضع "کفرشیما" واقع ساحل لبنان مین ۲۵۔ مارچ ۱۸۰۰ء کو پیدا ہوا۔ یہ عربی علمی بیداری کا رکن اعظم اور انیسوین صدی کا بہت بڑا ادیب و شاعر گذرا ہے۔ عربی زبان کا محقق اور علم نحو کا بڑا نکتہ رس فاضل تھا۔ متعدد تالیفات کے علاوہ اسکے تین دیوان ہین جو شعر و سخن کا سرچشمہ ہین۔ اگرچہ یہ مسیحی تھا مگر محض قرآن شریف کی ادبیت و بلاغت کی وجہ سے اُس کو پورا یاد کر لیا۔ اُس زمانے مین کتابین میسر نہ آتی تھین یہ خود نقل کرتا اور پڑھتا تھا۔ ۸۔ فروری ۱۸۷۱ء کو وفات پائی۔

لکہ ادیب بک اسحق۔ ۲۱۔ نومبر ۱۸۵۶ء کو دمشق مین پیدا ہوا مشن اسکول مین تعلیم شروع کر کے کچھ عربی و فرنچ حاصل کی۔ باوجود کم سنی کے اپنی ذہانت کی بدولت تمام ہم سبقون سے

ممتاز رہا۔ اسحق کا استاد اس کے باپ سے کہتا تھا کہ "تمہارا بیٹا فی الحال ہوگا" یعنی شاعر، چنانچہ دس سال کی عمر میں اس نے شعر کہا جب یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ عروض کیا چیز ہے اسی سال اوس کا خاندان گرفتار مصیبت ہوا۔ اور گیارہ سال کی عمر ہی میں اسے مدرسہ چھوڑنا پڑا۔ آخر کوئی تیئس ۲۳ روپیہ ماہوار پر محکمہ جنگی میں ملازمت کر لی اس دوران میں ترکی زبان حاصل کی اور چند ماہ میں بذریعہ تحریر و تقریر اپنا ما فی الضمیر ادا کرنے پر قادر ہوگیا پھر عربی ترکی، تاریخ نظم و نثر بے تکلف لکھنے میں مہارت پیدا کی اور اخبارات میں مضامین لکھنا شروع کیے۔ ۲۰ سال کی عمر میں اخبار "تقدم" کی ایڈیٹری کر لی۔ پھر کئی کتابیں تالیف و ترجمہ کیں۔ اور مصر آکر ملک الاحرار سید جمال الدین افغانی کا شاگرد ہوا اور اسکندریہ آکر "مصر" اور "التجارۃ" دو اخبار نکالے، اور ایسے آزادانہ مضامین لکھے کہ حکومت کو اخبار بند کرنا پڑے۔ تب پیرس آکر وہاں سے "مصر" نکالا۔ بعد ازاں پھر مصر آیا اور کام شروع کیا ہی تھا کہ آزاد نگاری کی وجہ سے قید ہوگیا۔ تاہم جلد آزادی مل گئی لیکن افسوس ہے کہ ۱۸۸۵ء میں بعمر ۲۹ سال اس فاضل نے انتقال کیا۔ اس عمر میں بڑا مفکر، انشا پرداز اور شاعر و ماہر سیاست مانا جاتا تھا

ے ابراہیم نجیب حداد۔ فروری ۱۸۶۷ء میں پیدا ہوا یہ ناصیف یازجی کا نواسا ہے اپنے ماموں شیخ ابراہیم اور خلیل یازجی سے علم حاصل کیا۔ اور ۱۵ برس کی عمر سے قبل شعر کہنے لگا ۱۸۹۴ء میں جریدہ "احرام" کا اسکندریہ میں ایڈیٹر ہوگیا پھر خود اخبار "لسان العرب" نکالا۔ پھر اسکندریہ سے قاہرہ آکر ایک ہفتہ وار اخبار نکالا۔ مگر پھر اسکندریہ جا کر رسالہ "انیس الجلیس" اور اخبار "السلام" کی ایڈیٹری کر لی۔ ان پرچوں کی اڈیٹری کے علاوہ ناولوں کی تصنیف اور ترجموں کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ بہت سے تاریخی

ناول اور ڈرامے تصنیف کیے جو آج تمام مصر کے تھیٹروں میں کھیلے جاتے ہیں۔
لیکن افسوس ہے کہ اس فاضل نوجوان نے ۳۴ سال کی عمر ہی میں انتقال کیا۔

شیخ ابراہیم احدب گزشتہ صدی کے بہت بڑے علمائے بیروت میں سے ہیں
سنہ ۱۲۴۲ھ میں بمقام طرابلس الشام پیدا ہوئے۔ اور ابتدائی تعلیم وہیں پائی۔ پھر تفسیر و
حدیث و اصول، فقہ، فرائض، لغت، نحو اور نیز دیگر تمام ضروری علوم سے فراغت
کر کے سنہ ۱۲۶۴ھ میں درس و تدریس کا مشغلہ اختیار کیا۔ اور وہ فیض کے دریا بہائے کہ طرابلس
و شام میں آپ کے شاگردوں میں بڑے بڑے فضلاء و اہل کمال ہوئے۔

علمی کمالات کے ساتھ ملکۂ شعری بھی طبیعت میں بدرجۂ اتم موجود تھا، اور قادر الکلامی و
پرگوئی کا یہ عالم تھا کہ تقریباً اسی ہزار شعر کہے۔

جس وقت آپ سلطان عبدالعزیز کے زمانے میں آستانہ ہو کر مصر آئے ہیں تو علماء نے
بڑی گرم جوشی سے استقبال کیا۔

حنفی فقہ میں وہ کمال اور شہرت پائی کہ جبل لبنان کی تمام عدالتیں شیخ کے فتووں
پر نہایت اعتماد اور اون کی تحریر اور رائے کے موافق فیصلے کرنے لگیں۔

شیخ نے تمام عربی علمی دنیا سے خط و کتابت کی، امراء و وزراء کی شان میں قصائد کہی
خاصکر امیر مرحوم عبدالقادر جزائری اور محمد صادق مرحوم پاشا بائی ٹونس کی مدح میں
بہت حصہ لیا اور انعام و اکرام پایا۔

سنہ ۱۲۶۵ھ میں صوبۂ "شوف" کے گورنر سعید بے جنبلاط نے بلوایا اور مقام مقام مشیر قانون

بنایا۔ وہاں تیس سال تک محکمۂ قانون و شریعت کے میر مجلس رہے۔ اسی اثناء میں "ثمرات الفنون" کی ایڈیٹری بھی کی۔ اور وہ وہ زبردست و قابل قدر مضامین لکھے کہ تمام میں غل مچ گیا۔ جب بیروت صوبہ بنایا گیا تو آپ مجلس معارف کے رکن کیے گئے ساتھ ہی تصنیف تالیف، درس تدریس، اور نقل کتب کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ کہا جاتا ہے کہ خاص اپنے قلم سے ایک ہزار کتابیں نقل کیں۔

مرحوم کے تین دیوان، اور بیس سے زائد بڑی بڑی کتابیں اور بکثرت نظم و نثر مضامین ورسائل شائع ہوے۔ سنہ ۱۳۲۰ھ میں بمقام بیروت وفات پائی۔

آپ نہایت نیک مزاج، نیک دل، نرم لہجہ، خوش اخلاق بزرگ تھے۔ فقہ اور لغت میں آپ کی معلومات کی کوئی تھاہ نہیں۔ متقدمین کے بے شمار اقوال و اشعار حکایات و نوادر آپ کے حافظے میں تھے۔ غرض آپ غیر معمولی دل و دماغ اور بے پایاں معلومات کے عالم تھے۔

فہرست کتاب

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	تمہید	۱
۲	فیلکس فارس	۲
۳	مقدمہ	۳
۴	یاسمین	۸
۵	لاوارث بچہ	۱۹
۶	غریب سوسن	۲۴
۷	ناسور	۳۲
۸	دردِ ناسکہ	۳۹
۹	سوسائٹی کی شہید	۵۹
۱۰	پژمردہ کلی	۶۶
۱۱	بستر نزع پر	۷۲
۱۲	شہدائے ادب	۸۲
۱۳	نالہائے غم	۸۸

نمبر شمار	مضمون
۱۴	ایک چٹان پر
۱۵	کلہ ریحانی
۱۶	ایک رائے
۱۷	ایک رائے
۱۸	ایک رائے
۱۹	عرض مترجم
۲۰	ضروری نوٹ
۲۱	فہرست

جدید و مفید مطبوعات

بیگمات بنگال - مرشد آباد کی بیگمات کا مستند تذکرہ - ایک بنگالی مصنف کی انگریزی کتاب کا اردو ترجمہ نہایت سلیس و نفیس دائرہ نے شایع کیا ہے - اُردو مین اپنے موضوع کی پہلی کتاب اور بیحد دلچسپ و سبق آموز ہے قیمت ۶ر

سیاحت زمین - اسّی دن مین تمام کرۂ زمین کا دورہ، اور حیرت انگیز حالات ناول کے پیرایہ مین جغرافیہ وغیرہ کے مسائل کو کمال دلچسپی سے حل بیان کیا ہے کہ شروع کر کے ختم کئے بغیر کتاب نہین چھوڑی جا سکتی اصل کتاب فرنچ زبان مین ہی اور متعدد زبانون مین اسکی غیر معمولی دلچسپی کی وجہ سے ترجمہ ہو چکا ہی قیمت عہ

سیاحت ہوا - فن غبارہ بازی اور عالم ہوا کی سیر کے حیرت انگیز اور دلچسپ حالات - یہ ناول بھی سیاحت زمین کی طرح اپنے اندر سیکڑون خوبیان رکھتا ہے زیر طبع قیمت عہ

اسلام و عیسائیت کا تمدن - مصر کے مشہور مصلح شیخ محمد عبدہٗ کے ایک زبردست رسالہ کا ترجمہ جسمین کمال خوبی سے علمی و تاریخی طور پر ثابت کیا ہے کہ اسلام تمدن اور تہذیب کا دشمن نہین اور نہ عیسائیت علم و تمدن کی حامی ہے - قیمت ۱۰ر

جنگ روس و جاپان دو حصہ - لغات جنگ کی تشریح - روس و جاپان کے ابتدا سے اب تک کے ملکی حالات اور اون سے جنگ کو دلچسپ انداز سے لکھا ہے - عہ

حکم النبی - روس کے نامور فلاسفر کونٹ ٹالسٹائی نے حقانیت اسلام کے متعلق ایک رسالہ لکھا تھا اوس کا ترجمہ مع حواشی کے عربی مین ہوا اور اوسکا یہ ترجمہ ہے ۵ر

تاریخ المجوس - ابتداے آفرینش سے آغاز اسلام تک تمام مذاہب کے تذکرے کونسا مذہب کس نے جاری کیا اور کون لوگ پیرو ہوے اور کس مذہب کا کیا نتیجہ ہوا - ۴ر

تشریحات الافعال الانسانیہ - اردو مین اپنے طرز کی نرالی کتاب ہے سر سے پانوں تک

انسانی اعضا کی تشریح۔ اور حرکات انسانی اور امراض انسانی اور اون کے اسباب نہایت سلیس

طور پر سوال وجواب مین لکھے ہین ہر حصہ ۶ر

گورنمنٹ آف انڈیا۔ گورنمنٹ کی نوعیت، نظام گورنمنٹ یا پارلیمنٹ کونسلون کی تعریف

بادشاہون کا دستور العمل ہر شعبہ کی تدریجی ترقی وغیرہ وغیرہ اس کتاب کو پڑھنا ہر ہندوستانی کا فرض ہے

ثم الحدیدی۔ ایک عربی ناول کا نہایت دلچسپ ودل آویز ترجمہ۔ ۴ر

زبردست علمی، تاریخی کتابین

Checked

مکاتیب شبلی۔ مولانا کے خطوط کا مجموعہ جو علمی، قومی، ادبی، اخلاقی معلومات کا خزانہ ہے

جلد اول ۱۲ر جلد دوم ۱۲ر

ارض القرآن جلد اول۔ قرآن مجید کے مقامات کا جغرافیہ اور اقوام قرآن مین سے عاد، ثمود

جرہم، اصحاب فیل کی تاریخ مع نقشہ مقامات عرب از مولانا سلیمان ندوی قیمت ۶ر ۱،

ارض القرآن جلد دوم۔ ابراہیمی عربون کی تاریخ اور عرب کی تجارت، زبان، مذہب پر تفصیلی ۷-۲

برکلے اور اوس کا فلسفہ۔ از پروفیسر عبدالباری ندوی یورپ کے مشہور فلسفی برکلے کے ۸

دپر معلومات سوانح زندگی، اوس کی فلسفیانہ تصانیف کی ناقدانہ تلخیص اوسکے فلسفہ تصورات کی ۹

تنقید اور مسئلہ تصورات کلیہ پر ایک مجتہدانہ محاکمہ ضخامت ۳۰۰ صفحے ۱۲ر ۱۰

حیات مالک۔ امام مالک کے حالات اور اون کے حدیث موطا اور فقہ مدینہ پر تبصرہ۔ ۱۲ر ۱۱

رسالہ اہل سنت والجماعت۔ فرقہ اہل سنت والجماعت کے اصول عقائد کی تحقیق۔ ۸ر ۱۲

انقلاب امم۔ موسیو لیبان مؤلف تمدن عرب کی اوس مشہور تصنیف کا دلچسپ فصیح ترجمہ جسمین قومون ۱۳

عروج وزوال کے اسباب، یورپ کے تمدن کے زوال کی پیشین گوئی، اور تمام دنیا کی تمام قومون کے خصا